ماہنامہ

خالد

احمدی نوجوانوں کیلئے

مدیر
اسفندیار منیب

فروری 2002ء

اے صاحبِ اعجازِ قلم ! تجھ کو یہ عالم
جب تک ہے لہو دل میں رواں ، یاد کریگا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نوّر اللہ مرقدہٗ (1889-1965)

پیشگوئی مصلح موعود

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا...... وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا' وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے........ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔...... ......فرزند دلبند گرامی ارجمند۔

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ. كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ....نور آتا ہے نور......ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے.......... وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا''۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ماہنامہ
خالد

احمدی نوجوانوں کے لئے

جلد نمبر 49 شمارہ نمبر 2

فروری 2002ء

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	سوموار	اتوار	ہفتہ
1						
8	7	6	5	4	3	2
15	14	13	12	11	10	9
22	21	20	19	18	17	16
	28	27	26	25	24	23

فروری 2002ء تبلیغ 1381ھش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیمت ۱۰ روپے ..... سالانہ ۱۰۰

مدیر
اسفندیار منیب

نائبین
منصور احمد نور الدین - فرید احمد ناصر

معاونین
احمد طاہر مرزا - میر انجم پرویز

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر
پیج لے آؤٹ: شیخ نصیر احمد
پبلشر: قمر احمد محمود
مینیجر: سلطان احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اداریہ

حضرت المصلح الموعود کا ایک عہد

''...... جب میں گیارہ سال کا ہوا اور ۱۹۰۰ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں، اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہوگیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا...... مگر آج بھی اس دُعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اُس وقت میں بچہ تھا۔ اب مجھے زائد تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔

جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور متبرک ہے یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا، پہن لیا تب میں نے اس کوٹھڑی کا جس میں مَیں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا! اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی...... '' (سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۹۷)

حضرت المصلح الموعود سے محبت و عشق ہر احمدی سے ایسا ہی عہد طلب کرتا ہے جو خدا سے کیا جائے اور پھر کبھی نہ توڑا جائے۔ کیا ہم یہ عہد کر چکے ہیں؟

☆☆☆

اے فضل عمر! تجھ کو جہاں یاد کرے گا

(مدیر کے قلم سے)

حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہٗ ان ابنائے آدم میں سے تھے جو افق عالم پر ایک بار طلوع ہوتے ہیں۔ مگر صدیاں ان سے منور ہو جاتی ہیں۔ اور نسلیں ان سے فیض پاتی ہیں۔

یہ نازش فرزندان توحید صفحۂ ہستی پر ایسے انمٹ نقوش رقم کرتے ہیں جو زمانے کی دھوپ چھاؤں سے متاثر نہیں ہوتے اور نہ یاد دہر سے کبھی محو ہوتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود وہ عظیم ہستی ہیں جن کی غرض پیدائش شرف (دین حق) کا قیام اور استیصال ادیان باطلہ قرار دی گئی اور عجیب تر یہ کہ آپ کی پیدائش کے معاً بعد ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو (دین حق) کے دور ثانی کا آغاز باذن الٰہی ہوتا ہے اور یوں ابنائے عالم کو زبان حال سے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ (دین حق) کی نشأۃ ثانیہ کے ساتھ اس مقدس وجود کا گہرا ربط و تسلسل ہے۔ آپ نے بچپن سے لے کر تا وقت آخر اپنی حیات مستعار کا لحہ لحہ خدمت دین اور خدمت کلام الٰہی میں بسر کیا۔ یہاں تک کہ یورپ کے ایک طبیب کو کہنا پڑا کہ انسانی استعدادوں کے استعمال کا ایک انتہائی نقطۂ عروج ہوتا ہے۔ جس سے آگے مقام فنا ہے۔ لیکن آپ اس انتہائی نقطہ سے بھی ڈیڑھ سو فیصدی زائد کام کر چکے ہیں۔ پھر اس عظیم اور مقدس وجود کی حیات مبارکہ کا احاطہ انسانی دسترس میں کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں بعض خدمات کے کسی ایک جزو کے کسی ایک پہلو کی شاید کوئی ایک جھلک پیش ہو سکے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

لیکن اس سے پہلے پیشگوئی مصلح موعود کے بعض حصے اور حضرت مصلح موعود کی زبان فیض ترجمان سے آپ کی آمد کی غرض و غایت پیش ہے۔

پیش گوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جو ریاض ہند امرتسر یکم مارچ ۱۸۸۶ء کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوا جس میں فرمایا:-

”خدا نے کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں، موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے...... وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم ہوگا اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا...... جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی“۔

حضرت مصلح موعود اس پیشگوئی کے ضمن میں فرماتے ہیں:-

”خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہؐ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں۔ اور (دین حق) کے مقابلہ میں دنیا کے تمام

باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں''۔

پھر فرمایا:۔

''خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا۔ اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریمؐ کے نام کے طفیل اور صدقے (دین حق) کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک (دین حق) پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے''۔

فرمایا:۔

''یہ وہ آواز ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی اور (دین حق) دنیا پر غالب آ کر رہے گا''۔ (الموعود صفحہ ۲۱۰)

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے متعلق خدائی خبروں پر مہر تصدیق ثبت کرتا رہا جیسا کہ اس اجمالی خاکہ سے کچھ علم ہوتا ہے۔

اجمالی خاکہ

100 کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات۔

311 خانہ ہائے خدا کی بیرونی ممالک میں تعمیر۔

46 ممالک میں احمدیہ مشن ہاؤسز کا قیام۔

164 واقفین زندگی کو بیرون ممالک دعوت الی اللہ کے لئے بھجوانا۔

16 زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت۔

24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز کا قیام

28 دینی مدرسوں اور 17 ہسپتالوں کا قیام

225 کتب و رسائل کی تصنیف

10 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر و تشریح

خاکسار کی گذارشات اب اسی اجمال کے ان اجزاء کی بعض تفاصیل سے مشرف ہونگی جو ذوق اور اہمیت کے اعتبار سے چنے گئے ہیں۔ علمی لحاظ سے جو خدمت (دین حق) آپ کے مقدس ہاتھوں سے منصہ شہود پر آئی اور جس طرح میدان تحریر میں آپ نے رخش قلم کو سرپٹ دوڑایا اس کی نظیر فی زمانہ ناممکن ہے اور بعد کی خبر نہیں۔ چنانچہ آپ کی نادر تقاریر و تصانیف کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ جس کی ممکنہ فہرست کچھ اس طرح سے ہو سکتی ہے۔

☆ دینی و مذہبی تصانیف
☆ دعوت الی اللہ اور اصلاح و اخلاق سے متعلقہ کتب و تقاریر
☆ سیاسی، اقتصادی، عمرانی مسائل پر ارشادات و خطابات
☆ تاریخی اور سوانحی تصانیف
☆ دہریت اور عیسائیت کے بارے میں تصانیف
☆ ہندومت، آریہ دھرم اور سکھ پنتھ کے بارہ میں تصانیف
☆ فلسفیانہ تصانیف
☆ تصوف اور الہامات سے متعلقہ تصانیف
☆ مخالفین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتراضات اور جوابات
☆ تحریک کشمیر پر اور خواتین کے مسائل پر تقاریر و تصانیف
☆ قیام و استحکام پاکستان کے بارہ میں ہدایات و رہنمائی۔

ان موضوعات پر کتابوں کی مختصر فہرست کچھ اس طرح سے ہے:۔

ذکر الٰہی، عرفان الٰہی، تقدیر الٰہی، نجات کی حقیقت، ملائکۃ اللہ، حقیقۃ النبوۃ، آئینہ صداقت، منصب خلافت، برکات خلافت، انوار خلافت، تحفۃ الملوک، دعوۃ الامیر، تحفہ شہزادہ ویلز، احمدیت یعنی حقیقی ...... صداقتِ اسلام، اسلام میں اختلافات کا آغاز، واقعاتِ خلافت علوی، فرعون موسیٰ،

گوشت خوری، نہرو رپورٹ پر تبصرہ، ترک موالات اور احکام اسلام، اور ایسی ہی بے شمار دوسری کتب۔

تفسیر کبیر

جہاں تک تفسیر کبیر کا تعلق ہے۔ وہ تو علوم و معارف، حقائق و دقائق، لطائف و نکات اور ادلہ و براہین کا ایک بحر زخار ہے۔ جس کی شناوری سرور و کیف اور علم و معرفت کے ایک اور ہی عالم سے آگہی بخشتی ہے۔

مثلاً ترتیب آیات اور ترتیب سُوَر، من و سلوی کی حقیقت، حضرت موسیٰؑ کی ہجرت اور گزرگاہ، اصحاب کہف، اصحاب رقیم، عرش الٰہی کی تشریح، محکمات و متشابہات، پرانی اقوام کے متعلق نئی تحقیق، ترتیب نزول اور موجودہ ترتیب میں اختلاف کی حکمت، پیدائش عالم و تخلیق آدم، آنحضرت ﷺ کا رفیع الشان مقام، مسئلہ ارتقاء، مستقبل کی پیش خبریاں، فلسفۂ حلت و حرمت، قرآنی تمثیلات و استعارات کی پر حکمت تشریح، مقطعات، جن و انس کی حقیقت، شیطان اور سجدۂ آدم، ذوالقرنین کے متعلق تحقیق اور قرآنی قسموں کی فلاسفی، وغیرہ۔

چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:-

”وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا، مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس خدمت دین کی توفیق دی“۔

فرمایا:-

”مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ برا بھلا کہے جو شخص (دین حق) کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اُسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا“ (خلافت راشدہ صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۶)

• اس تفسیر کبیر کے بارہ میں تین آدمیوں کی آراء پیش کروں گا جن کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:-

(غیر متعصب اور منصف مزاج صاحب طرز ادیب اور تنقید نگار)

”اس میں کوئی شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کا تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے“۔ (الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی (غیر متعصب مگر مخالف) تحریر کرتے ہیں:-

”قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اُولو العزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں۔ ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے“۔ (صدقِ جدید لکھنؤ ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء)

مولوی ظفر علی خان (متعصب مخالف اور سخت دشمن) تحریر کرتے ہیں:-

”احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے..... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر

ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے''۔
(ایک خوفناک سازش صفحہ ۱۹۶)

تحریکات

جہاں تک آپ کی جاری کردہ مختلف تحریکات کا تعلق ہے ان کی مختصر فہرست کچھ یوں ہے:۔

1917ء تحریک وقف زندگی
1919ء صدر انجمن کی نظارتوں کا قیام
1922ء مجلس شوریٰ کی ابتداء
1923ء شدھی کے خلاف جہاد کا اعلان
1928ء خصوصی جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کی تحریک
1934ء تحریک جدید کی عظیم تحریک۔ جس کے ذریعہ جماعت احمدیہ (دین حق) کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے اپنی تمام جان کے ساتھ کوشاں ہے۔
1943ء مجلس افتاء کا قیام
1944ء وقف جائیداد کی تحریک
1944ء مشہور زبانوں میں ترجمہ قرآن اور لٹریچر کی اشاعت کی تحریک۔
1948ء فتنہ صہونیت کے مقابلہ کی تحریک۔ جب آپ نے الکفر ملة واحدة لکھ کر مخالفین اسلام کے متعلق مسلمانوں کو بیدار و خبردار کرنے کی کوشش فرمائی۔
1952ء خلافت لائبریری کا قیام۔ جو تشنہ کاموں کے لئے سیرابی کا کام دے رہی ہے۔
1957ء وقف جدید کی تحریک۔ جس نے پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں تربیت کا بہترین کام کیا۔ اور اب یہ عالمی طور پر کام کر رہی ہے۔
1957ء میں ادارۃ المصنفین کا قیام۔
1958ء صد سالہ جوبلی منانے کی تحریک۔

پھر مختلف اوقات میں خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کا قیام اور ان تنظیموں کو جماعت کی زندگی کے لئے نہایت ضروری قرار دینا۔ استحکام خلافت اور اس کے لئے انتخاب خلافت کمیٹی کا قیام۔ اب اس کے بعد حضرت مصلح موعود کے بعض کارنامے تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں:۔

بیت الفضل لندن 1924

آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ بیت فضل لندن کی تعمیر ہے جو تثلیث کدۂ یورپ میں خدائے واحد کا وہ گھر ہے جو اس دور میں دین حق اور عیسائیت کی نئی جنگ کا نقطہ آغاز ہے۔ جس میں آخر فتح اسلام کی ہوگی۔ انشاء اللہ

اس کی تعمیر پر فرمایا:۔

''یہ ایک عظیم الشان کام ہے جس کے نیک اثرات نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوتے رہیں گے اور تاریخیں اس کی یاد کو تازہ رکھیں گی۔ وہ بیت ایک مرکزی نقطہ ہوگی جس میں سے نورانی شعاعیں نکل کر تمام انگلستان کو منور کر دیں گی''

اور یقیناً آج ایک دنیا گواہ ہے کہ اس کی نورانی شعاعیں تمام انگلستان کو ہی نہیں بلکہ سارے عالم کو منور کر رہی ہیں۔ یہ بیت اس بات کی بھی علامت تھی کہ اب دین حق کفر کے مقابل پر دفاع نہیں کرے گا بلکہ کفر پر حملہ آور ہوگا اپنے دلائل قویّہ اور براہین نیرہ سے اسے تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔

جلسہ سیرۃ النبی ﷺ

۱۹۲۷ء کے سال میں بعض بدزبان اور دریدہ دہن لوگوں نے پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق اپنے خبث باطن کا اظہار کیا چنانچہ ایک آریہ سماجی راجپال نامی نے

''رنگیلا رسول'' نامی کتاب لکھی۔ جس پر حکومت وقت کی طرف سے مقدمہ چلا اور اسی اثناء میں امرتسر کے ہندو اخبار ''ورتمان'' نے ایک بے حد دل آزار مضمون شائع کیا۔

جس پر رسول کریم ﷺ کے اس سچے عاشق کا دِل ماہی بے آب کی طرح تڑپا اور دل کا دردان سسکتے ہوئے لفظوں میں ڈھلا :-

''ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں۔ لیکن خدارا نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دے کر آپ کی ہتک کر کے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ نہ کریں...... ہماری جنگل کے درندوں اور زمین کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے صلح نہیں ہو سکتی جو رسول کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے ہیں''۔

(الفضل ۱۰ جون ۱۹۲۷ء)

پے در پے ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے آپ کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ پورے برصغیر میں جلسہ ہائے سیرۃ النبی کا انعقاد کیا جائے اور اس ذریعہ سے اس زہر کا تریاق کیا جائے جو آنحضرتؐ کے خلاف پھیلایا جا رہا ہے۔

چنانچہ ۱۹۲۸ء میں ان مقدس جلسوں کا آغاز ہوا۔ جس کی ایک جھلک اخبار کشمیری لاہور نے ۲۸ جون ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں رقم کی، لکھتا ہے:-

''۱۷ جون کی شام صاحبان بصیرت کے لئے اتحاد کا بنیادی پتھر تھی۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے پیارے نبی کے اخلاق بیان کر کے ان کو ایک عظیم الشان ہستی اور کامل انسان ثابت کر رہے تھے''۔

اس کے بعد جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ ایک مستقل رنگ اختیار کر گیا۔ جماعت احمدیہ سے عشق رسول ﷺ کا یہ رنگ مقدور بھر غیروں نے بھی لینے کی کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہ اب تو اسلام آباد میں بھی چند سالوں سے قومی سیرت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ بہت اچھی بات۔ لیکن کبھی یہ بھی تو بتائیں کہ اس کا سہرا کس عاشق صادق کے سر ہے۔ اسی عاشق کے سر، جس نے فرمایا:-

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے

''اسلام میں اختلافات کا آغاز''

اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کی بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے صحابہ کرام پر دشمنوں کی طرف سے بعض ایسے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جو اسلام کی حقیقت اور صداقت کو مشتبہ کرنے والے ہیں۔ ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر شعبہ تاریخ سید عبدالقادر کی زیر صدارت حضرت مصلح موعود نے ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

جس میں آپ نے نہایت عمدگی اور ذہانت سے یہ امر ثابت کیا کہ ابتدائی دور کے فتنوں کے تار یہود و منافقین سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور صحابۂ رسول ﷺ ان تمام الزامات سے کلیۃً بری الذمہ ہیں۔

پروفیسر عبدالقادر صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا:-

''یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شد بد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس ملک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیاب ہوئے

ہیں...... انہوں (مراد حضرت المصلح الموعود) نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہوگا''۔

(پیش لفظ ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'')

اگر ملت اسلامیہ کے دونوں بڑے فرقے غلو اور بغض سے خالی ہو کر اس کتاب کو پڑھیں تو بہت سارے اختلافات ختم ہو سکتے ہیں اور اتفاق واتحاد کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔

تحریک شدھی

۲۰ ویں صدی کے پہلے ربع میں یوپی کے علاقوں میں راجپوت مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم بڑے زور سے یہ کہتے ہوئے شروع ہوئی۔

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
بھاگ سے وقت یہ قوموں کو ملا کرتے ہیں
ہندوو! تم میں ہے گر جذبہ ایماں باقی
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

اس پر حضرت مصلح موعود بے قرار ہو کر اُٹھے اور اپنی دعاؤں اور بے نظیر قیادت اور حکمت عملی سے اس سارے تارو پود کو توڑ کر رکھ دیا اور یہ تحریک کلیۃً ناکام ونامراد ہوگئی۔ اس وقت اس میدان جہاد میں غلامان محمود نے اخلاص و فدائیت اور جانثاری وقربانی کے ایسے نظارے پیش کئے کہ یوپی کی سرزمین نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے ہونگے۔ علاوہ ازیں اس معرکہ حق وباطل نے ہندوؤں کو جماعت احمدیہ کی زبردست اور بے پناہ تبلیغی اور تنظیمی طاقت وقوت کا پورا پورا احساس کرا دیا۔

چنانچہ اخبار تیج دہلی نے لکھا:-

''احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقع پا کر ہمیں بالکل جھلس دے گی''۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۳۷۲)

تحریک کشمیر

اس تحریک کے ذریعہ آپ نے جس طرح اسیروں کی رستگاری کے سامان پیدا کئے وہ بھی تاریخ کے درخشاں ابواب ہیں جو مظلوموں اور محکوموں کے لئے سدا مینارہ ہدایت بنے رہیں گے۔ انشاء اللہ

۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں مسلمان زعماء کا ایک اجلاس ہوا جس میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور عہدہ صدارت علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی اور سید حبیب مدیر سیاست نے باصرار آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ کی ولولہ انگیز قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانان کشمیر جو ادنیٰ ادنیٰ حقوق سے بھی محروم تھے اور محکومی وغلامی میں گرفتار تھے۔ آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ ان کے سیاسی، معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تحریر وتقریر کی آزادی کے ساتھ انہیں مناسب نمائندگی ملی اور کشمیری قوم ایک دہکتے ہوئے تنور سے نکل کر سکھ کا سانس لینے لگی چنانچہ اس بے مثال کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے اخبار سیاست نے ۱۸ مئی ۱۹۳۳ء کی اشاعت میں لکھا۔

''جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور امت مرحومہ کو سخت نقصان

پہنچتا''۔

شیخ عبداللہ (شیر کشمیر) نے حضور انور کی خدمت میں لکھا:-

''نہ میری زبان میں طاقت ہے اور نہ میرے قلم میں زور اور نہ میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن سے میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئی کارکن مولانا درد، سید زین العابدین صاحب وغیرہ کا شکریہ ادا کرسکوں۔

یقیناً اس عظیم الشان کام کا بدلہ جو کہ آنجناب نے ایک بے کس اور مظلوم قوم کی بہتری کے لئے کیا ہے صرف خدائے لایزال سے ہی مل سکتا ہے''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۶۰۱، ۶۰۲)

ایک اور خط میں لکھا:-

''مجھے امید رکھنی چاہیے کہ آپ نے جس ارادے اور عزم کے ساتھ مسلمانان کشمیر کے حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد فرمائی ہے۔ آئندہ بھی اس سے زیادہ کوشش اور زیادہ توجہ سے جاری رکھیں گے

میں ہوں آپ کا تابعدار

شیخ محمد عبداللہ''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۵۲۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:-

''اگر کوئی شخص واقعہ میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نے (دین حق) کے غلبہ اور اس کی اشاعت کے لئے جس قدر کام کئے وہ نعوذ باللہ لغو ہیں اور (دین حق) کو ان کی بجائے کسی اور رنگ میں کام کرنے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں اسے کہتا ہوں کہ تم میدان میں آؤ اور کام کر کے دکھاؤ اگر تمہارا کام اچھا ہوا تو دنیا خود بخود تمہارے پیچھے چلنے لگ جائے گی لیکن اگر ایک جماعت ایسی ہو جو صرف اعتراض کرنا ہی جانتی ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا لاوارث نہیں ہے اس دنیا کا ایک زندہ اور طاقتور خدا ہے۔ وہ مجھ پر اعتراض کرسکتے ہیں وہ میرے خلاف ہر قسم کے منصوبے کرسکتے ہیں وہ مجھے لوگوں کی نگاہ سے گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے جھوٹے الزام لگا سکتے ہیں مگر وہ ان حملوں کے نتیجہ میں میرے خدا کے زبردست ہاتھ سے نہیں بچ سکتے لیکن میں اس خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا اور ہر شخص جو میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا...... خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی بھی گالیاں دیں مجھے کتنا بھی برا سمجھیں بہرحال دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام (دین حق) کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے آج نہیں، آج سے چالیس، پچاس بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔ میں بے شک اس وقت موجود نہیں ہوں گا مگر جب (دین حق) اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مؤرخ اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔ اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ میں سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا۔ ایک بہت بڑا خلا واقع ہوجائے گا جسے پُر کرنے والا اسے کوئی نہیں ملے گا''۔

(تقریر سالانہ جلسہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۱ء)

☆☆☆

آنسو

(مکرم ڈاکٹر قیس مینائی صاحب مرحوم کی طویل نظم ''آنسو'' سے بعض اشعار)

جلوۂ حُسن کی جلوت ہیں ہمارے آنسو
عکسِ آئینہ فطرت ہیں ہمارے آنسو
عشق کی ایک حقیقت ہیں ہمارے آنسو
خندۂ ناز کی قیمت ہیں ہمارے آنسو
دامنِ دوست کی زینت ہیں ہمارے آنسو

عدل و انصاف تمہیں راس نہیں ہے شاید
تمہیں حق کا بھی ذرا پاس نہیں ہے شاید
دُور دل سے ابھی خنّاس نہیں ہے شاید
ہنسنے والو! تمہیں احساس نہیں ہے شاید
موجۂ بارشِ رحمت ہیں ہمارے آنسو

ہم بھی بستے ہیں اسی ارض پہ زیرِ افلاک
گو کہ اظہار حقیقت میں ہیں ہم کچھ بے باک
تا بکے ہم پہ شب و روز مظالم غمناک
اشکباروں کی نہ توہین کر اَے کشورِ پاک
کشورِ پاک کی قسمت ہیں ہمارے آنسو

ہم نے عزّت وہی پھر رنج و محن کو بخشی
عظمتِ رفتہ وہی دار و رسن کو بخشی
اشکباری سے نمو اپنے چمن کو بخشی
تازگی ہم نے گل وخارِ وطن کو بخشی
شبنمِ صبحِ لطافت ہیں ہمارے آنسو

آنکھ احساسِ مظالم سے اگر بھر آئے
اور یہ جنس گراں مایہ کہیں سے پائے
قدروقیمت کے سمجھنے میں نہ ٹھوکر کھائے
کوئی بازارِ وفا میں نہ انھیں ٹھکرائے
گوہرِ کانِ لطافت ہیں ہمارے آنسو

دیدۂ حق و صداقت میں اگر یہ چمکیں!
غمِ ملت میں ٹپکتے ہیں تو بے شک ٹپکیں
نوکِ مژگانِ تغافل میں نہ ہرگز اٹکیں
چشمِ باطل میں کھٹکتے ہیں بلا سے کھٹکیں
موجِ دریائے حقیقت ہیں ہمارے آنسو

غرق یوں قعرِ مذلت میں ہیں غرقابِ ہوس
کہ بہالے گیا جیسے انہیں سیلابِ ہوس
ذوقِ ایقان سے محروم ہیں احبابِ ہوس
لذت گریہ سے بیگانہ ہیں اربابِ ہوس
ایسے عالم میں غنیمت ہیں ہمارے آنسو

دین فطرت کا تقاضا بدلیل و اسناد
عصرِ حاضر میں نہیں حاجتِ تیغ فولاد!
فرض اس دور میں بس سیفِ قلم کا ہے جہاد
دردِ ملت کا خزینہ ہے ہماری فریاد
اور سرمایۂ ملّت ہیں ہمارے آنسو

ظلم کی حد و نہایت بھی نہیں ہے کمیاب
صبر کا میوۂ شیریں بھی نہیں ہے نایاب
کلمۂ حق پہ بھی قدغن کے وہی ہیں اسباب
کشتِ تاریخ جن اشکوں سے ہوئی ہے سیراب
اُنہیں اشکوں سے عبارت ہیں ہمارے آنسو

کلمۂ پاک سے محروم عبادت گاہیں
جن میں مسدود ہیں اب بانگِ اذاں کی راہیں
ہو جو منظور خدا کیوں نہ وہ ہم بھی چاہیں
قلب سوزاں کی روایت ہیں ہماری آہیں
روحِ گریاں کی حکایت ہیں ہمارے آنسو

شدت غم کی علامت ہیں ہماری آہیں
صبر کی ایک کرامت ہیں ہماری آہیں
سچ تو یہ ہے کہ عبادت ہیں ہماری آہیں
قلبِ سوزاں کی روایت ہیں ہماری آہیں
روحِ گریاں کی حکایت ہیں ہمارے آنسو

بے گناہی کی شہادت ہیں ہماری آہیں
کامرانی کی بشارت ہیں ہماری آہیں!
ظلم پیہم کی عبارت ہیں ہماری آہیں!
قلبِ سوزاں کی روایت ہیں ہماری آہیں
روحِ گریاں کی حکایت ہیں ہمارے آنسو

ستم و جور کی عادت پہ ہیں زندہ کچھ لوگ
پستیٔ ذہن کی علت پہ ہیں زندہ کچھ لوگ
ہم غریبوں کی کفالت پہ ہیں زندہ کچھ لوگ
انہیں اشکوں کی تجارت پہ ہیں زندہ کچھ لوگ
مالِ اربابِ تجارت ہیں ہمارے آنسو

فضل ربی سے شب و روز ہیں جن کے زریں
زندگی ہی میں میسر ہے جنہیں خلد بریں
یعنی ''وہ'' آتے نہیں رنج و محن جن کے قریں
جن کی فطرت میں کوئی شائبہ درد نہیں
اُن کی تائیدِ شقاوت ہیں ہمارے آنسو

خاک و خوں میں کوئی ظالم نہ ملائے ان کو!
عزت نفس کا باعث نہ بنائے ان کو
اپنی ہر جھوٹی انا پر نہ سجائے ان کو
کوئی بے درد ہنسی میں نہ اڑائے ان کو
فکر و احساس کی دعوت ہیں ہمارے آنسو

ابتلاءِ ستم و جور میسر ہو اگر
صبر کا کوئی نیا دور میسر ہو اگر
یک نظر زحمت فی الفور میسر ہو اگر
فرصت یک نگۂ غور میسر ہو اگر
دیکھئے! منظرِ عبرت ہیں ہمارے آنسو

❋❋❋

تعارف کتب

تحفہ گولڑویہ

(مکرم فرید احمد ناصر صاحب۔ دارالصدر شمالی ربوہ)

وجہ تسمیہ اور غرض تصنیف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں بعض لوگ آپؑ کی بیعت نہ کرنے کے باوجود حسن ظن رکھتے تھے انہی میں سے ایک پیر مہر علی شاہ گولڑوی تھے جو بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی طرح جھوٹی شہرت کو قائم رکھنے کے لئے میدان مخالفت میں اتر آئے۔ چنانچہ اس کتاب کی وجہ تسمیہ بھی یہی صاحب بنے۔

نفس مضمون

۱۹۰۰ء میں لکھی جانے والی یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی صداقت پر زبردست دلائل اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ میں مسیح موعود اور امام مہدی کا ظاہر ہونا اسی زمانہ میں لازم تھا۔ فرمایا:۔

"وہ مسیح موعود جس کا آنا چودھویں صدی کے سر پر مقدر تھا وہ مَیں ہوں۔ سو اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ میرے ہی دعوے کے وقت میں آسمان پر خسوف کسوف ہوا ہے اور میرے ہی دعوے کے وقت میں صلیبی فتنے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی ہاتھ پر خدا نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ مسیح موعود اِس امت میں سے ہونا چاہیے اور مجھے خدا نے اپنی طرف سے قوت دی ہے کہ میرے مقابل پر مباحثہ کے وقت کوئی پادری ٹھہر نہیں سکتا اور میرا رُعب عیسائی علماء پر خدا نے ایسا ڈال دیا ہے کہ اُن کو طاقت نہیں رہی کہ میرے مقابلہ پر آ سکیں۔ چونکہ خدا نے مجھے روح القدس سے تائید بخشی ہے اور اپنا فرشتہ میرے ساتھ کیا ہے اس لئے کوئی پادری میرے مقابل پر آ ہی نہیں سکتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی۔ اور اب بُلائے جاتے ہیں پر نہیں آتے۔ اس کا یہی سبب ہے کہ ان کے دلوں میں خدا نے ڈال دیا ہے کہ اس شخص کے مقابل پر ہمیں بجز شکست کے اور کچھ نہیں۔ دیکھو ایسے وقت میں کہ جب حضرت مسیح کے خدا بنانے پر سخت غلو کیا جاتا تھا اور آنحضرت ﷺ کو روح القدس کی تائید سے خالی خیال کرتے تھے اور معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار تھا۔ ایسے وقت میں پادریوں کے مقابل پر کون کھڑا ہوا؟ کس کی تائید میں خدا نے بڑے بڑے معجزے دکھلائے۔ کتاب تریاق القلوب کو پڑھو اور پھر انصاف سے کہو کہ اگرچہ صدہا باتیں قصوں کے رنگ میں بیان کی جاتی ہیں مگر یہ نشان اور پیشگوئیاں جو رؤیت کی شہادت سے ثابت ہیں جن کے بچشم خود دیکھنے والے اب تک لاکھوں انسان دنیا میں موجود ہیں یہ کس سے ظہور میں آئے؟ کون ہے جو ہر ایک نئی صبح کو مخالفین کو ملزم کر رہا ہے کہ آؤ اگر تم میں رُوح القدس سے کچھ قوت

ہے تو میرا مقابلہ کرو؟ عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں میں سے کون ہے جو اس وقت میرے سامنے کہے کہ آنحضرت ﷺ سے کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا؟ سو یہ خدا کی حجت ہے جو پوری ہوئی۔ سچائی سے انکار کرنا طریق دیانت اور ایمان نہیں ہے۔ بلاشبہ ہر ایک قوم پر اللہ کی حجت پوری ہوگئی ہے۔ آسمان کے نیچے اب کوئی نہیں کہ جو روح القدس کی تائید میں میرا مقابلہ کر سکے''۔

پیر مہر علی صاحب کا تفسیر نویسی سے فرار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیر صاحب کی مخالفت کے میدان میں اُتر آنے پر انہیں مختلف انداز سے مقابلہ کی دعوت دی مگر وہ راہِ فرار اختیار کرتے رہے چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:-

''اب آخری فیصلہ یہ ہے کہ وہ سنت قدیمہ اکابر اسلام کے رُو سے اس طرح پر ایک مباہلہ کی صورت پر مجھ سے مقابلہ کرلیں کہ قرآن شریف کی چالیس آیتیں قرعہ اندازی سے نکال کر اور یہ دعا کر کے کہ جو شخص حق پر ہے اُس کو اِس مقابلہ میں فوری عزت حاصل ہو اور جو ناحق پر ہے اس کو فوری خذلان نصیب ہو اور پھر آمین کہہ کر دونوں فریق یعنی مَیں اور پیر مہر علی شاہ صاحب زبان عربی فصیح اور بلیغ میں اُن چالیس آیات کی تفسیر لکھیں جو بیس ورق سے کم نہ ہو اور جو شخص ہم دونوں میں سے فصاحت زبان عربی اور معارف قرآنی کے رو سے غالب رہے وہی حق پر سمجھا جائے اور اگر پیر صاحب موصوف اس مقابلہ سے کنارہ کش ہوں تو دوسرے مولوی صاحبان مقابلہ کریں بشرطیکہ چالیس سے کم نہ ہوں۔ تا عام لوگوں پر اُن کے مغلوب ہونے کا کچھ اثر پڑ سکے اور اُن کی وقعت گھٹانے کی گنجائش کم ہو جائے

لیکن افسوس کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے میری اس دعوت کو جس سے مسنون طور پر حق کھلتا تھا اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جاتا تھا ایسے صریح ظلم سے ٹال دیا ہے جس کو بجز ہٹ دھرمی کچھ نہیں کہہ سکتے''۔

اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک انعامی اشتہار بھی شائع فرما کر بانگ دُھل پیر صاحب اور ۳۰ کے قریب دوسرے علماء کو چیلنج دیا۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰؑ سے اپنی مشابہتیں بیان فرمائی ہیں۔

مسیح موعود اور مسیح ناصری میں مشابہتیں

''ایک تو یہی مشابہت جو ندرت فی الخلقت میں ہے۔ دوسری مشابہت اس بات میں کہ وہ اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر اسرائیل کے خاندان سے نہیں حالانکہ زبور میں وعدہ تھا کہ تمام خلیفے اس سلسلہ کے اسرائیلی خاندان میں سے ہونگے پس گویا ماں کا اسرائیلی ہونا اس وعدہ کے ملحوظ رکھنے کے لئے کافی سمجھا گیا۔ ایسا ہی میں بھی محمدی سلسلہ کے خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہوں مگر باپ کے رو سے قریش میں سے نہیں ہوں گو بعض دادیاں سادات میں سے ہونے کی وجہ سے قریش میں سے ہوں۔ تیسری مشابہت حضرت عیسی علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا۔ ایسا ہی میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں۔ چونکہ خدا تعالیٰ کو یہ پسند آیا ہے کہ روحانی قانون قدرت کو ظاہری قانون قدرت سے مطابق کر کے

دکھلائے اس لئے اُس نے مجھے چودھویں صدی کے سر پر پیدا کیا کیونکہ سلسلۂ خلافت سے اصل مقصود یہ تھا کہ سلسلہ ترقی کرتا کرتا کمال تام کے نقطہ پر ختم یعنی اس نقطہ پر جہاں اسلامی معارف اور اسلامی انوار اور اسلامی دلائل اور حجج پورے طور پر جلوہ گر ہوں اور چونکہ چاند چودھویں رات میں اپنے نور کمال تک پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ سو مسیح موعود کو چودھویں صدی کے سر پر پیدا کرنا اس طرف اشارہ تھا کہ اس کے وقت میں اسلامی معارف اور برکات کمال تک پہنچ جائیں گی۔ جیسا کہ آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں اسی کمال تام کی طرف اشارہ ہے اور نیز چونکہ چاند اپنے کمال تام کی رات میں یعنی چودھویں رات میں مشرق کی طرف سے ہی طلوع کرتا ہے۔ اس لئے یہ مناسبت بھی جو خدا کے ظاہری اور روحانی قانون میں ہونی چاہیے یہی چاہتی تھی جو مسیح موعود جو اسلام کے کمال تام کو ظاہر کرنے والا ہے ممالک مشرقیہ میں سے ہی پیدا ہو۔

چوتھی مشابہت حضرت عیسی علیہ السلام سے مجھے یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اُس وقت ظاہر ہوئے تھے کہ جب کہ ان کے ملک زاد بوم اور اس کے گردونواح سے بکلی بنی اسرائیل کی حکومت جاتی رہی تھی اور ایسے ہی زمانہ میں مجھے خدا نے مبعوث فرمایا۔ پانچویں مشابہت حضرت عیسی علیہ السلام سے مجھے یہ ہے کہ یہ رومی سلطنت کے وقت یعنی قیصر روم کے زمانہ میں مامور ہوئے تھے۔ پس ایسا ہی میں بھی رومی سلطنت اور قیصر ہند کے ایام دولت میں مبعوث کیا گیا ہوں اور عیسائی سلطنت کو میں نے اس لئے رومی سلطنت کے نام سے یاد کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عیسائی سلطنت کا نام جو مسیح موعود کے وقت میں ہوگی روم ہی رکھا ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے۔ چھٹی مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ جیسے ان کو کافر بنایا گیا گالیاں دی گئیں ان کی والدہ کی توہین کی گئی۔ ایسا ہی میرے پر کفر کا فتویٰ لگا اور گالیاں دی گئیں اور میرے اہل بیت کی توہین کی گئی۔ ساتویں مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے گرفتار کرنے کے لئے جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور جھوٹی مخبریاں کی گئیں اور یہود کے مولویوں نے ان پر جا کر عدالت میں گواہیاں دیں ایسا ہی میرے پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور ان جھوٹے مقدمات کی تائید میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے میرے پھانسی دلانے کے لئے عدالت میں بحضور کپتان ڈگلس صاحب پادریوں کی حمایت میں گواہی دی۔ آخر عدالت نے ثابت کیا کہ مقدمہ الزام قتل جھوٹا ہے۔ پس خود سوچ لو کہ اس مولوی کی گواہی کس قسم کی تھی۔ آٹھویں مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش ایسے ظالم بادشاہ یعنی ہیروڈیس کے وقت میں ہوئی تھی جو اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرتا تھا۔ ایسا ہی میری پیدائش بھی سکھوں کے زمانہ کے آخری حصہ میں ہوئی تھی جو مسلمانوں کے لئے ہیروڈیس سے کم نہ تھے"۔

(حاشیہ صفحہ ۲۰۹۔۲۱۰)

☆☆☆

''اس دہر کا ہر پیر و جواں یاد کرے گا''

(عطاء الوحید باجوہ۔ میر پور AK)

حضرت مصلح موعود کی حیات مبارکہ کے چند واقعات جو اپنوں اور غیروں نے بیان کئے ہیں، پیش ہیں۔

دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کا ادب

مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''(ڈلہوزی کے قیام کے دوران) ایک دن خاکسار، مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب اور صاحبزادہ میاں عباس احمد صاحب سیر کرتے ہوئے ڈلہوزی کے ایک راؤنڈ پر جا رہے تھے کہ سامنے دیکھا کہ فرقہ رادھا سوامی کے گرو سردار ساون سنگھ صاحب اپنے فرقہ کی گرنتھ کا درس دے رہے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ہم بھی یہ گرنتھ سنیں تا معلوم ہو کہ یہ فرقہ کیا ہے؟ اس کے کیا عقائد ہیں؟ ہم بھی مکان کے اندر چلے گئے اور ان کا درس سننے لگے درس کے دوران گرو صاحب نے حضرت نوحؑ کے بارے میں نامناسب الفاظ استعمال کئے کیونکہ بائبل میں انبیاء کے متعلق کئی نامناسب باتیں پائی جاتی ہیں...... اس پر خاکسار کھڑا ہو گیا اور گرو صاحب کو کہا کہ...... حضرت نوحؑ خدا کے ایک مقدس رسول تھے ان کے بارے میں اس رنگ میں ذکر مناسب نہیں تھا اس پر گرو صاحب نے کہا تم کس حیثیت سے اعتراض کر رہے ہو پھر کہنے لگے ''تو اندر گیا ویں؟'' یعنی کیا تم اندر گئے ہو بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ کیا تم کشف وغیرہ کا روحانی تجربہ رکھتے ہو لیکن ان کی اس خاص اصطلاح سے خاکسار ناواقف تھا میں نے حیران ہو کر ان کے کمروں کی طرف نظر ڈال کر پوچھا ''کیھڑے اندر'' اس پر گرو صاحب برافروختہ ہو گئے کہ تم مذاق کرتے ہو...... میں مرزا صاحب کے پاس تمہاری رپورٹ کروں گا۔ اس کے بعد مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب نے اٹھ کر کچھ کہا تو گرو صاحب نے کہا تم کون ہو۔ کیا تم نے تارا دیکھا ہے۔ ابراہیم نے تو تارا دیکھا تھا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ میں تو روز ہی رات کو تارے دیکھتا ہوں۔ اس پر گرو صاحب پھر ناراض ہو کر کہنے لگے۔ تم بھی مذاق کرتے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ اس پر صاحبزادہ میاں عباس صاحب نے کھڑے ہو کر کہا گرو صاحب! آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مذہب کے علاوہ دنیا کا کوئی اور مذہب ہمیں روحانیت کا راستہ نہیں دکھاتا۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ کامل روحانیت کا راستہ دکھاتا ہے گرو صاحب نے انہیں بھی کچھ کہنے کی اجازت نہ دی اور ہم اس مجلس سے اٹھ کر آ گئے۔

اگلے دن جمعہ تھا ہمیں یہ خیال نہیں تھا کہ گرو صاحب سچ مچ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ہماری شکایت کریں گے پتہ اس وقت لگا جب حضور نے ہم تینوں پر خطبہ میں ناراضگی کا اظہار شروع کر دیا۔ فرمایا یہ ان کا مذہبی درس تھا ان کا کیا حق تھا کہ وہ ان کی محفل میں جا کر اعتراضات کرتے وہ کوئی پبلک جلسہ تو نہیں تھا...... جمعہ ختم ہوا تو مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مجھے کان میں کہنے لگے کہ بشارت صاحب یہ تو خطبہ جمعہ تھا۔ اب دیکھنا کہ ہمارا کیا حال ہوتا ہے بس تیار ہو جاؤ میں نے انہیں کہا کہ حضور نے سب سے پہلے آپ کی طرف رخ کرنا ہے بس اس وقت حضور کا رخ میری طرف کر دیں۔ اتنے میں حضور نے فوراً ہی مولوی نورالحق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آخر آپ کو کیا ہو گیا

تھا کہ آپ ان کے درس میں مخل ہوئے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بشارت صاحب آپ کو ساری بات سنا دیں گے۔ فرمایا! اچھا اپنا ماجرا سنا لو کیا ماجرا ہوا تھا؟ میں نے من وعن سارا واقعہ سنانا شروع کر دیا جب میں نے یہ بیان کیا کہ مجھ سے پوچھا تھا۔ ''تو اندر گیا ویں'' تو میں نے ان کے کمروں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور کہا کہ کیھڑے اندر؟ اس پر حضور کھلکھلا کر ہنس پڑے پھر فرمانے لگے یہ ان کا خاص محاورہ ہے ان کی یہ مراد تھی کہ کشف وغیرہ کا تمہیں تجربہ ہے۔ اب میرا مطلب حل ہو چکا تھا میں صرف حضور کا (Mood) بدلنا چاہتا تھا...... فرمانے لگے کہ ان کا کوئی نوجوان میرے درس میں آ کر اعتراضات کرنے لگے تو بتاؤ تمہارا ردعمل کیا ہوگا۔ خاکسار نے عرض کیا حضور آئندہ ایسی غلطی انشاء اللہ نہیں ہوگی اس پر حضور نے ہمیں رادھا سوامی مذہب کی تفصیل بتانی شروع کی''۔ (خالد فروری ۹۱ء صفحہ ۴۰)

پھر مجھے تمام رات جاگنا پڑے گا

قادیان دارالامان کا واقعہ ہے۔ بٹالہ میں احمدی اور غیر احمدی علماء کا مناظرہ تھا...... بٹالہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت بہت تھی اس لئے دیگر قریبی جماعتوں کے احمدی احباب مناظرہ میں شمولیت کی غرض سے بٹالہ پہنچے ہوئے تھے۔ گرمی کے ایام تھے اہل بٹالہ نے حسب عادت بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور دکانداروں کو احمدی احباب کو کھانے پینے کی چیزیں دینے سے روک دیا گیا رات عشاء کی نماز کے بعد حضرت مصلح موعود کو قادیان میں رپورٹ پہنچی کہ بٹالہ میں جماعت کے دوست باغ میں مقیم ہیں اور انہیں کھانا نہیں ملا۔ یہ خبر سنتے ہی حضور بے چین ہو گئے ابھی آپ نے خود بھی کھانا نہ کھایا تھا اسی وقت محترم مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل جو مقامی جماعت کے پریذیڈنٹ تھے کو بلایا مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل بھی ساتھ تھے۔ آپ فرماتے ہیں جب ہم بیت مبارک کی بالائی چھت پر پہنچے تو حضور بڑے اضطراب میں ٹہل رہے تھے ہمیں دیکھتے ہی حضور نے محترم مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی رپورٹ ملی ہے کہ بٹالہ میں اپنے دوستوں کو کھانے کی تکلیف ہے، ہم نے حضور کے اس ارشاد کو اچھی طرح نہ سمجھتے ہوئے عرض کیا کہ حضور صبح ہوتے ہی اس کا انتظام کر دیا جائے گا اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے تمام رات جاگنا پڑے گا۔ ان الفاظ کو سنتے ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور عرض کیا کہ حضور ابھی انتظام کرتے ہیں۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے ساری رات انتظام کیا گیا۔ احباب کو بٹالہ میں حضور کے اس اضطراب کا علم ہوا تو عجیب کیفیت تھی محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اسی وقت جیپ کار کو جو سامان لے کر گئی تھی قادیان واپس کیا تا حضور کو اطلاع کی جائے۔ دوسرے دن علم ہوا کہ حضور رات کو ہماری رپورٹ کا انتظار ہی فرما رہے تھے اور اس رپورٹ کے بعد ہی آپ نے کھانا کھایا''۔

(الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۶۶ء)

وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا

مکرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز تحریر فرماتے ہیں:-

''شجاع آباد میں کئی دفعہ مشہور احراری لیڈر قاضی احسان احمد صاحب جو اس وقت نوعمر تھے میرے پاس آیا کرتے تھے دو تین دفعہ انہوں نے کہا کہ آپ کے خلیفہ صاحب اس قدر ذہین ہیں اور ان کا دماغ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہماری سکیمیں فیل کر دیتے ہیں''۔ (الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۶۶ء)

ایک تاریخی عہد

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:-

''حضرت مسیح موعودؑ کے آخری لمحے تھے اور آپؑ کے گرد مرد ہی مرد تھے...... میں وہاں کھڑا ہوا اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی آنکھ کھولتے اِدھر اُدھر پھیرتے اور پھر بند کر لیتے...... کئی دفعہ آپؑ نے اسی طرح کیا آخر آپ نے زور لگا کر...... سرہانے کی طرف دیکھا نظر گھومتے گھومتے جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے آپ میری ہی تلاش میں تھے اور مجھے دیکھ کر آپ کو اطمینان ہو گیا اس کے بعد آپؑ نے آنکھیں بند کر لیں آخری سانس لیا اور وفات پا گئے۔ آپؑ کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا...... اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس (19) سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ:۔ اے خدا! میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے۔ میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا''۔

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۱۷۸)

حضور کو الٰہی علم تفسیر عطا ہونا

میں ابھی چھوٹا سا تھا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ جیسے کوئی کٹورہ ہوتا ہے...... اس میں سے ٹن کی آواز آئی پھر وہ آواز پھیلنی شروع ہوئی پھر مجسم ہوئی پھر وہ ایک فریم بن گئی پھر اس میں ایک تصویر بنی پھر وہ تصویر متحرک ہو گئی اور اس میں سے ایک وجود نکل کر میرے سامنے آیا اور اس نے کہا میں خدا تعالیٰ کا فرشتہ ہوں اور میں آپ کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھانے آیا ہوں میں نے کہا سکھاؤ اس نے سورہ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھانی شروع کی جب وہ ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ اس آیت سے آگے نہیں بڑھیں کیا میں آپ کو آگے بھی سکھاؤں میں نے کہا ہاں چنانچہ اس نے مجھے اگلی آیات کی بھی تفسیر سکھا دی۔ جب میری آنکھ کھلی تو اس وقت فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے کچھ باتیں مجھے یاد ہیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا دوسرے دن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے میں نے اس رویا کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے کچھ باتیں یاد ہیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا اور اب وہ میرے ذہن سے اتر گئی ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل پیار سے فرمانے لگے کہ آپ ہی تمام علم لے لیا کچھ یاد رکھتے تو ہمیں بھی سناتے یہ رویاء اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ رکھ دیا ہے چنانچہ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا کبھی کسی ایک موقعہ پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورہ فاتحہ پر غور کیا ہو یا اس کے متعلق کوئی مضمون بیان کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سے نئے معارف اور نئے سے نئے علوم مجھے عطا نہ فرمائے گئے ہوں''۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۷۸)

تفسیر کبیر بھی بلا معاوضہ حاصل نہ کی

آپ نے تفسیر کبیر پر دن رات محنت کی اور پھر اس کی اشاعت کے لئے ہزاروں روپیہ اپنی طرف سے عطا فرمایا اس کے باوجود بھی آپ نے ایک نسخہ بھی بلا معاوضہ وصول نہ فرمایا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''...... ہر احمدی باپ کا فرض تھا کہ اپنی اولاد کے لئے

تفسیر کبیر خریدتا میں نے خود اپنی ہر لڑکی اور ہر لڑکے سے دریافت کیا کہ انہوں نے تفسیر خریدی ہے یا نہیں اور جب تک ان سب نے نہیں خریدی مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ میں نے تو خود سب سے پہلے اسے خریدا اور حق تصنیف کے طور پر اس کا ایک نسخہ لینا پسند نہیں کیا کیونکہ میں اس پر اپنا کوئی حق نہ سمجھتا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے علم خدا تعالیٰ نے دیا ہے وقت بھی اسی نے دیا ہے اور اسی کی توفیق سے میں یہ کام کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ پھر میرا اس پر کیا حق ہے اور میرے لئے یہی مناسب ہے کہ خود بھی اسے اسی طرح خریدوں جس طرح دوسرے لوگ خریدتے ہیں...... یہ تفسیر ایک بہترین تحفہ ہے جو دوست دوست کو دے سکتا ہے۔ ایک بہترین تحفہ ہے جو خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو دے سکتی ہے۔ باپ بیٹے کو دے سکتا ہے۔ بھائی بہن کو دے سکتا ہے۔ یہ بہترین جہیز ہے جو لڑکیوں کو دیا جا سکتا ہے''۔ (سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ ۱۶۱)

جماعت سے گہری محبت

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (امیر جماعت احمدیہ امریکہ) بیان کرتے ہیں:-

''آپ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپ حمائل شریف لے کر برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آ جاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو...... میں نے کئی مرتبہ جب جماعت کسی سخت دور سے گزر رہی ہوتی آپ کو ساری ساری رات بغیر ایک منٹ آرام کئے دیکھا ہے اور آپ کام کرتے کرتے اٹھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے'' (الفضل ۱۶ فروری ۲۰۰۰)

سنت نبوی ﷺ کی پیروی کا شوق اور استادوں کا ادب

حضرت مصلح موعود نے ۵ جون ۱۹۲۹ء سے ۳۰ ستمبر ۱۹۲۹ء سفر کشمیر اختیار فرمایا۔ اس دوران ایک روز آپ بذریعہ موٹر ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو ساتھ لے کر خواجہ کمال الدین صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو نشاط باغ کے آگے سرینگر سے ۵۰۰ فٹ کی بلندی پر خیمہ میں رہائش پذیر تھے حضور ایک گھنٹہ تک خواجہ صاحب کے پاس تشریف فرما رہے۔ حضور اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''اسلامی سنت کو پورا کرنے کے لئے اور اس وجہ سے کہ میں چھوٹا تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا خواجہ صاحب نے تین چار دن مجھے حساب پڑھایا تھا اور اس طرح وہ میرے استاد ہیں میں ان کی عیادت کے لئے گیا تھا موقع کے لحاظ سے ان کی بیماری کے متعلق باتیں ہوتی رہیں''۔ (تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۱۶۱)

مظلومین کشمیر کی فوری اعانت

ایک مشہور لیڈر مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاء سابق مفتی اعظم پونچھ اپنے منظوم کتابچہ ''نوحہ کشمیر'' میں لکھتے ہیں:

''باآغاز تحریک آزادی کشمیریوں کی طرف سے زعماء ہندوستان کی خدمت میں خطوط بھیجے گئے جن میں ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال صاحب (شاعر مشرق)، جناب شیخ صادق حسین صاحب امرت سری، امام جماعت احمدیہ اور خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی شامل ہیں اور کہا گیا کہ مظلوموں کی مدد کیجئے۔ (امام جماعت احمدیہ کے سوا) سب کی طرف سے یہ جواب

آیا کہ آپ نے ایسے خطرناک کام میں کیوں ہاتھ ڈالا اور بس۔ صرف امام جماعت احمدیہ کی طرف سے یکمشت ایک خطیر رقم مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے موصول ہوگئی''۔

ایک مظلوم کی بروقت امداد

نورالدین صاحب ولد مفتی ضیاء الدین صاحب آف سرینگر کا بیان ہے کہ مس عشمی انچارج سوپور مشن نے مجھ پر دعویٰ کیا کہ میرے نابالغ بھائی شمس الدین اور میری ہمشیرہ عائشہ کی (جو اب بالغ ہو چکی ہے) وہ میرے والد صاحب مرحوم کی کسی وصیت کی رو سے گارڈین ہے۔ حالانکہ قبل ازوفات میرے والد صاحب اس وصیت کو منسوخ کر چکے تھے میں علماء گدی نشینوں اور لیڈروں کے پاس امداد کے لئے گیا لیکن کسی نے میری مدد نہ کی۔ اور عیسائیوں نے بذریعہ عدالت میرے چھوٹے بھائی پر قبضہ کرلیا...... اس کے بعد عیسائیوں نے میری ہمشیرہ کے حصول کے لئے کوشش کی جب میں نے سب طرف سے اپنے آپ کو بے یارومددگار پایا تو میں نے اس کسمپرسی کی حالت میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے حضور امداد کے لئے درخواست کی۔ گو میں سنّی ہوں اور جماعت احمدیہ کے خیالات وعقائد سے متفق نہیں لیکن انہوں نے بروقت امداد فرمائی اور بذریعہ ایڈیٹر ''اصلاح'' مقدمہ کا خرچہ ارسال فرمایا...... عیسائیوں کی اپیل خارج ہوگئی۔ اس جگہ میں اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے محسن امام جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک بے بس اور مظلوم کی بروقت امداد فرمائی''۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ صفحہ ۴۴۳ وصفحہ ۶۳۱)

☆☆☆

آخری قسط

قدیم انگریزی پر غیر زبانوں کا اثر

(شاہد محمود احمد)

اولڈ انگلش کے اختتام کے قریب انگلش زبان کی تاریخ میں ایک ایسا واقعہ گزرا جس نے باقی تمام واقعات سے بڑھ کر انگلش زبان کو متاثر کیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں Norman Conquest کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو 1066ء میں وقوع پذیر ہوا۔

اگر William the Conquerer نے انگلینڈ پر حملہ کر کے انگلش زبان کو بالکل ہی بدل نہ دیا ہوتا تو شاید انگلش زبان بھی باقی Teutonic زبانوں کی طرح اپنے Inflections کو محفوظ کئے ہوئے ہوتی۔ اور شاید بہت سے French الفاظ آج انگلش کے ذخیرہ میں نہ ہوتے۔

فرانس کے شمالی ساحل پر ساحل سے کوئی 75 میل دور ایک علاقہ Normondy کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ Normondy کے وہ گروپ ہیں جو یہاں نویں اور دسویں صدی میں آباد ہوئے۔ Northmen کی وجہ سے یہ علاقہ Normondy کہلایا اور William چونکہ Normondy سے آیا اور انگلینڈ کو فتح کیا اس لئے اس فتح کو Normon Conquest کہا جاتا ہے۔

جنوری 1066ء میں انگلش بادشاہ Edward the Confessor کی بے اولاد موت کے بعد اس کے جانشین کا مسئلہ پیش آیا۔ Harold کا باپ Godwin, Edward کی حکومت میں مشیر اعلیٰ تھا اس حوالہ سے Harold بھی ملکی سیاست میں اپنا نام اور مقام بنا چکا تھا۔ Edward کی وفات کے بعد Honold بادشاہ چنا گیا۔ William جو کہ رشتہ میں Edward کا Second Cousin ہونے کی وجہ سے انگلش بادشاہت کا وارث تو نہ تھا لیکن چونکہ William, Edward کی اس امید کی حوصلہ افزائی کر چکا تھا۔ اس لئے Willaim اپنے آپ کو اس بادشاہت کا حقیقی وارث سمجھتا تھا۔ دوسری طرف Honold بھی William سے وعدہ کر چکا تھا کہ وہ William کے مقابل پر بادشاہت کا امیدوار نہیں بنے گا مگر اس وقت Honold اپنا وعدہ بھول چکا تھا اور انگلینڈ کا بادشاہ بن چکا تھا۔ اب William کے پاس ایک ہی راستہ تھا کہ وہ انگلش تاج کو جس کا وہ اپنے آپ کو حق دار سمجھتا تھا زبردستی چھین لے۔ انگلینڈ پر حملہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر William کی جگہ کوئی کم حوصلہ شخص ہوتا تو شاید اس حملہ کی جرأت نہ کرتا لیکن William ایک بہت ہی قابل آدمی تھا۔ بچپن سے ہی اس نے مشکلات پر قابو پانا سیکھ لیا تھا۔ صرف 6 سال کی عمر میں وہ Duke Normondy کا بن گیا تھا۔

ستمبر میں William انگلینڈ کے جنوبی ساحل پر ایک بڑی بھاری فوج کے ساتھ اترا لیکن اس کا مقابلہ کرنے والا کوئی موجود نہ تھا۔ Harold خود شمال میں تخت شہنشاہی کے ایک اور دعویدار سے لڑ رہا تھا۔ ابھی Harold بمشکل یہ جنگ جیتا ہی تھا کہ اسے William کی انگلینڈ آمد کی اطلاع مل گئی۔

اس وقت کی فوج کو ایک لمبے وقت کے لئے روکنا مشکل کام ہوتا تھا۔ اس کی وجہ تو فصل کی کٹائی تھی کہ انہی لوگوں کو واپس جا کر اپنی فصلوں کو بھی سنبھالنا ہوتا تھا اور Harold کی فوج کے

کئی لوگ اس کام کے لئے جا بھی چکے تھے۔ Harold نے اپنے برادر نسبتی سے William کے خلاف مدد چاہی مگر وہ بھی مدد کے لئے قدم آگے نہ بڑھا سکا۔ ناچار مرتا کیا نہ کرتا Harold خود ہی William کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ Hastings کے قریب Selance کی وسیع پہاڑی پر Harold نے اپنی فوج ٹھہرائی اور William کے حملہ کا انتظار کرنے لگا۔ William نے انگلش فوج پر حملہ کر دیا۔ لڑائی صبح 9 بجے شروع ہوئی لیکن شاباش انگلش فوج کو کہ شام تک وہ اپنی جگہ پر قابض رہے اور William کو مایوسی کی دلدل میں دھکیلنا شروع کر دیا۔ لیکن William ایک ہوشیار آدمی تھا اسے جنگ جیتنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی سوائے اس کے وہ Harold کی فوج کو پہاڑی سے نیچے کھلے میدان میں اتار لاتا، اس نے اپنی فوج کو اس انداز سے پیچھے ہٹایا گویا کہ وہ ناکام ہو گئے ہیں اور واپس بھاگ رہے ہیں۔ انگلش فوج یہ دیکھ کر نیچے اتر آئی اور انہوں نے Norman فوج کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ Norman فوج اپنی چال میں کامیاب ہو گئی اور انگلش فوج جال میں پھنس چکی تھی۔ Normans واپس مڑے اور دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں۔ Harold آنکھ میں تیر لگنے کی وجہ سے اچانک مر گیا اس کے بھائی پہلے ہی مر چکے تھے۔ انگلش فوج اپنے لیڈر کے بغیر جلد ہی ہار گئی۔ جب رات پھیل گئی تو انگلش فوج اندھیرے کی آڑ میں William کو فاتح بناتے ہوئے اپنی جانیں بچانے کے لئے ہر طرف کو بھاگ نکلی۔ William اب Hastings کی لڑائی جیت چکا تھا لیکن اسے English تاج ابھی ملنا باقی تھا۔ William نے انگلینڈ کے جنوب مشرق میں لوٹ مار شروع کر دی۔ بالآخر London کے شہریوں نے فیصلہ کیا کہ مزید مقابلہ بے سود ہے اور وہ William کو انگلینڈ کا بادشاہ قبول کرنے پر تیار ہو گئے آخر کار Christmas day 1066ء کو William کی انگلینڈ کے بادشاہ کی حیثیت سے تاج پوشی ہوئی۔

اس جنگ کے نتائج میں سے ایک بہت اہم نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نئی انتظامیہ کا تعارف ہوا کئی انگلش جو کہ اونچے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ Hastings کی لڑائی کی نظر ہوئے۔ اور جو بچ نکلے ان سے غداروں جیسا سلوک کیا گیا۔ ان دونوں صورتوں میں William کے Norman ساتھی ہی تھے جنہوں نے English High Class کی جگہ لے لی۔ 1072ء میں انگلینڈ کے بارہ earls میں سے صرف ایک earl ہی Englishman تھا۔ وہ بھی چار سال بعد قتل کر دیا گیا۔ گویا کہ تمام کے تمام حکومتی اختیارات Frenchmen کے پاس چلے گئے اور English men صرف عوام الناس رہ گئے۔

Normondy سے ایک معقول تعداد میں تجار اور دستکار انگلینڈ میں آ کر Settle ہوئے۔ اتنی بڑی تعداد میں Frenchmen یہاں آ کر بسے کہ انہوں نے Norwich اور Nottingham کے مقام پر اپنے شہر بسا لیئے۔ اور Southampton میں French Street جو کہ آج کے دن تک اپنا نام قائم رکھے ہوئے ہے۔ Middle Ages میں شہر کے دو بڑے بازاروں میں سے ایک بازار ہوا کرتا تھا۔

یہ کہنا تو قریباً ناممکن ہے کہ قریباً 1200ء تک کتنے Norman آ کر England میں بسے لیکن چرچ اور حکومت میں انتظامی ڈھانچہ قریباً مکمل طور پر انہیں Normans میں سے تھا اس لئے French زبان کا English پر اثر ان کی تعداد کی نسبت ان کی حیثیت کی وجہ سے زیادہ ہوا ہے۔

Normans کتنی ہی تعداد میں آ کر England

میں بسے ہوں یہ بات بہر حال واضح ہے کہ نئی Ruling Class نے اپنی زبان کو ہی رواج دیا۔ Norman Conquest کے قریباً 200 سال بعد تک England کی Upper Class کی عام استعمال کی زبان French رہی۔ شروع میں جن لوگوں نے French زبان بولی وہ French نسل سے تعلق رکھتے تھے لیکن جلد ہی آپس کی شادیوں اور Ruling Class سے میل جول کے نتیجہ میں بہت سے انگریزی نسل لوگوں نے بھی اس بات میں اپنا فائدہ جانا کہ وہ French زبان بولیں۔ اس طرح کچھ دیر بعد French بولنے والے اور English بولنے والوں کے درمیان نسل کا فرق نہیں بلکہ معاشرتی فرق تھا جو ان دونوں زبان بولنے والوں کے درمیان تمیز کرتا تھا۔ اس طرح French اور English دونوں Upper Classes کی زبان French ہو گئی لیکن عوام الناس کی زبان English ہی رہی۔

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ معقول تعداد میں French لٹریچر بھی England میں چھپنا شروع ہو گیا۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ French قانون اور اعلیٰ طبقہ کی زبان تھی اور English عوام الناس کی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب اور کس طرح امیر طبقہ نے English زبان سیکھی۔

صرف باہر سے آنے والوں نے ہی French زبان نہیں بولی بلکہ تمام وہ لوگ جن کا کسی بھی حوالہ سے خصوصاً Court سے تعلق تھا نے اس پر خاصا عبور حاصل کر لیا۔ دوسری طرف زیادہ حصۂ آبادی کی زبان انگریزی تھی اور جن French Speaking کا کسی بھی حوالہ سے تعلق English Speaking کے ساتھ تھا انہوں نے بھی کسی حد تک انگریزی سے واقفیت حاصل کر لی۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ William the Conqueror نے 43 سال کی عمر میں کوشش کر کے کچھ English سیکھی تا کہ اپنی رعایا کے لڑائی جھگڑوں کے معاملات میں با آسانی اور انصاف کے ساتھ فیصلے کر سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ Henry II خود بھی انگریزی سمجھ لیتا تھا اگرچہ بول نہ سکتا تھا۔ چرچ کے لوگوں میں بھی انگریزی بولنے کا رواج کافی عام تھا۔

قریباً 1204ء میں کچھ لوگ تھے جو صرف French بولتے تھے اور بہت سے تھے جو صرف English بولتے تھے۔ اسی طرح ایک معقول تعداد تھی جو دونوں زبانیں جانتی اور بول سکتی تھی اور بہت سے ایسے بھی تھے جو سمجھتے تو دونوں زبانیں تھے مگر بولتے صرف ایک ہی تھے۔

اس طرح آج جو English ہمارے سامنے ہے اور بہت سی زبانوں کے علاوہ اور قریباً سب سے زیادہ اثر French ہی کا انگریزی پر ہے اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اگر Normon Conquest وجود میں نہ آتی تو شاید English زبان کی موجودہ شکل آج ہمارے سامنے نہ ہوتی۔

امدادی کتب

1-A history of English language by Albert C. Baugh.
Appleton- Century- Crofts, Inc.
Newyork second edition 1957.
2-A Cnitical History of English Literature by David Daiches.Revised Edition.
Allied publishers private limited India.
3- A Complete self Education by W.Freeman and J.Langdon.
Odhams press limited.
Davies. Watford London. 1946.

☆☆☆

"وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے"

حضرت حافظ حامد علی صاحب

"حامد علی جیسا کہ اب دنیا میں میرے ساتھ ہے اسی طرح بہشت میں میرے ساتھ ہوگا"

(مکرم ظہور الٰہی صاحب توقیر۔ پتوکی)

حضرت حافظ حامد علی صاحب ولد شیخ فتح محمد صاحب موضع تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور کے باشندے تھے۔ یہ موضع قادیان سے چھ میل کے فاصلے پر شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ آپ کے والد اور والدہ محترمہ امیر بی بی صاحبہ دونوں (رفیق) تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اس زمانے کے دستور کے مطابق مسجد کے مکتب میں ہوئی جہاں حافظ محمد جمیل صاحب استاد تھے جن سے آپ نے قرآنِ کریم پڑھا اور حفظ کیا۔

قادیان آمد اور مستقل قیام

۱۸۷۸ء میں حضرت اقدسؑ نے حافظ محمد جمیل صاحب کو قادیان میں بلوایا تا ان سے قرآن کریم سنیں۔ حافظ حامد علی صاحب بھی اپنے استاد کے ہمراہ آئے اور ملاقات کی اور رمضان المبارک کے اختتام پر واپس چلے گئے۔

اس کے بعد آپ کو پیچش لگ گئے جو بالآخر سنگرہنی کی صورت میں تبدیل ہوگئے۔ ۱۸۸۰ء میں حضرت اقدسؑ براہین احمدیہ کے پروف اور کاپیاں دیکھنے کے لئے امرتسر بذریعہ ٹرین جارہے تھے تو بٹالہ کے سٹیشن پر ہی حافظ صاحب کی حضرت صاحبؑ سے ملاقات ہوگئی۔ حافظ صاحب نے مکمل بیماری کا حال بیان کیا تب حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اگر آپ قادیان آجائیں تو میں آپ کا علاج کروں گا چنانچہ قادیان میں ایک ہفتہ قیام کے دوران آرام آگیا اور تقریباً ایک ماہ قیام کیا اور آہستہ آہستہ آپ کے اندر روحانی تبدیلی حضرت اقدسؑ کے ساتھ رہنے کے باعث آگئی۔ بالآخر حضرت اقدسؑ نے فرمایا "حامد علی تم میرے پاس ہی رہ جاؤ" چنانچہ اس کے بعد آپ حضور کی خدمت میں ہی رہے اور حضرت صاحب نے آپ کی تنخواہ ایک روپیہ مقرر کی اور بعد میں حالات کے مطابق تنخواہ بڑھتی بھی رہی۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۱ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰)

آپ کی بیعت

جب ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے پہلی بیعت لی تو حضرت حافظ صاحب نے بھی اسی دن بیعت کی۔ چنانچہ رجسٹر بیعت میں آپ کی بیعت نویں نمبر پر یوں مرقوم ہے:۔ "حافظ حامد علی ولد فتح محمد (وطن) تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور (پیشہ وغیرہ) کاشت قادیان ضلع گورداسپور"۔

آپ کے فرائض اور آپ کی اصلاح

حافظ صاحب بے شک ایک جوہرِ قابل تھے مگر ان کے مزاج میں تیزی تھی اور انہیں غصہ جلد آجاتا تھا۔ لیکن حضور کا کمال دیکھیں کہ ایک تیز مزاج اور غصہ ور آدمی کے ساتھ سالہا سال ایک عزیز دوست کی طرح بسر کرتے رہے۔ آخر کار حامد علی جیسے تیز مزاج پر اپنے حلم اور انکساری کا پرتو ڈال دیا۔ ان کے مزاج کی تلخی اور تیزی انکساری، خدمت گزاری اور کم گوئی سے بدل گئی۔

آپ کے فرائض ان ایام میں ہمہ گیر تھے۔ لنگر خانہ کے مہتمم تھے اور تمام ضروری اشیاء کی خرید کا کام آپ کے سپرد تھا، ڈاک کا لانا اور لے جانا بھی آپ کے ہی ہاتھ میں تھا۔ غرض آپ ہر قسم کے ضروری امور سرانجام دیتے تھے۔ پھر فرصت کے وقت حضرت اقدس کی خدمت کرتے اور چاپی کرتے اور مہندی بھی لگاتے۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کو کچھ لفافے اور کارڈ حضورؑ نے ڈاک خانہ میں ڈالنے کو دیئے جن میں سے بعض رجسٹری کرانے تھے۔ آپ کا حافظہ کچھ ایسا ہی تھا اور علاوہ بریں کاموں کی کثرت کی وجہ سے وہ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے اور خطوط سپرد ڈاک کرنا بھول گئے۔ وہ کارڈ اور لفافے بھی کہیں گر گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو ابھی بچے تھے کچھ کارڈ اور لفافے ہاتھ میں لئے دوڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ ابا! ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے خط نکالے ہیں۔ حضور نے دیکھا تو وہی خطوط تھے جن میں سے بعض رجسٹری ہونے تھے اور آپ ان کے جواب کے منتظر تھے۔ حضور نے حافظ صاحب کو بلوا کر اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا کہا کہ ''حامد علی! تمہیں نسیان بہت ہو گیا ہے ذرا فکر سے کام کیا کرو''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۱۰۹)

آپ ایسے وقت میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپ کا نہ کوئی دعویٰ تھا نہ لوگوں کا رجوع تھا۔ تنہائی اور خلوت میسر تھی۔ گھنٹوں حضرت اقدس کی خلوت میں حاضر رہ کر فیض حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا۔

ایک خصوصیت

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں:۔

''حافظ صاحب کو ایک خصوصیت حاصل تھی...... کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے کہ بعض اوقات کوئی معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ حضرتِ احدیت کی طرف سے اس کے متعلق انکشاف میں دیر ہوتی ہے اور ہر چند دعا بھی کی جاتی لیکن اس میں توقف ہوتا۔ لیکن جب حافظ حامد علی صاحب مہندی لگاتے ہیں تو اس کے بعد ایک خاص سلسلہ الہامات کا ایسا جاری ہوتا ہے کہ وہ معضلات کھل جاتے ہیں۔ اس میں کیا سر تھا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کوئی روحانی مناسبت ہو گی مگر یہ ایک واقعہ ہے۔ خود حافظ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت اقدس نے بارہا ایسا فرمایا ہے کہ حامد علی تو مہندی لگاتا ہے تو ایک سلسلہ الہامات شروع ہو جاتا ہے''۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۹)

حافظ صاحب کی ازدواجی زندگی

حافظ صاحب کی شادی محترمہ رسول بی بی صاحبہ دختر خیر الدین صاحب سے ہوئی جو موضع کرالیاں ضلع امرتسر کی رہنے والی تھیں۔ محترمہ رسول بی بی صاحبہ کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی رضاعی والدہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۱۳)

آپ کا مستقل قیام قادیان میں نہ تھا البتہ آپ قادیان آ کر کئی کئی ماہ دارالمسیح میں قیام کرتی تھیں اور پھر اپنے سسرال موضع تھہ غلام نبی چلی جاتی تھیں۔ آپ کی اولاد چار بیٹیاں تھیں۔

حضرت اقدس کے سفروں میں رفاقت

حضرت عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:۔

''حضرت اقدس کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوا جس میں حافظ حامد علی صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں اور اس سفر کا سارا اہتمام اور انتظام ان کے ہی سپرد ہوتا تھا''۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۹)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بھی حافظ صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

''وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے''۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۴۰)

حضرت صاحب کے تمام اسفار کے ذکر میں تمام رفقائے سفر بیان نہیں ہوتے۔ جن سترہ اسفار میں حافظ صاحب کا تذکرہ آیا ہے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سفر موضع کرالیاں (قبل از دعویٰ)

۲۔ پہلا سفر لدھیانہ (سہ ماہی اول ۱۸۸۴ء)

۳۔ سفر دہلی (نومبر ۱۸۸۴ء) حضرت اقدس کی شادی۔

۴۔ سفر جالندھر

۵۔ سفر چلہ ہوشیار پور (۱۸۸۶ء)

۶ تا ۸۔ سفر لدھیانہ، کنجراں، تھہ غلام نبی، فیض اللہ چک، پٹیالہ (۱۸۸۷ء، ۱۸۸۸ء)

۹۔ سفر کپورتھلہ ۱۸۸۹ء

۱۰۔ سفر لدھیانہ، ہوشیار پور بسلسلہ بیعت (مارچ ۱۸۸۹ء)

۱۱۔ سفر لدھیانہ، امرتسر اور پھر لدھیانہ (۱۸۹۱ء)

۱۲۔ سفر دہلی، لدھیانہ و پٹیالہ (۱۸۹۱ء)

۱۳۔ سفر جنگ مقدس (۱۸۹۳ء)

۱۴۔ سفر ڈیرہ بابا نانک (ستمبر ۱۸۹۵ء)

۱۵۔ سفر گورداسپور (فروری ۱۹۰۴ء)

۱۶۔ سفر دہلی، لدھیانہ وامرتسر (اکتوبر، نومبر ۱۹۰۵ء)

۱۷۔ آخری سفر لاہور (اپریل، مئی ۱۹۰۸ء)

(رفقائے احمد جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۲۸ تا ۴۷)

نشانات کے شاہد

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت مبارک میں حافظ صاحب ایک ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک رہے اور ہزارہا نشانات آپ نے دیکھے۔ حضور نے اپنی کتب میں متعدد نشانات کے گواہوں میں آپ کا نام لکھا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

''شیخ حامد علی نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں اور چونکہ وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کے لئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا کہ کیونکر خدا تعالیٰ کی عنائتیں اس طرف رجوع کر رہی ہیں اور کیونکر دعاؤں کے قبول ہونے سے خارق عادت نشان ظہور میں آئے''۔ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۴۰)

مرض الموت اور وفات

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات نے آپ پر غیر معمولی اثر کیا وہ علی العموم پریشان رہتے تھے۔ پھر آپ لنگر خانہ میں منتقل ہو گئے۔ بالآخر آپ نے دوکان کھولی لیکن وہ بھی بعد میں بند کرنی پڑی۔ ۱۹۱۹ء کی آخری ششماہی میں آپ کی صحت نے جواب دے دیا چنانچہ اس بیماری کی حالت میں آپ تمام وقت درود شریف، استغفار اور دعاؤں اور قرآن مجید پڑھتے ہوئے گزارتے۔ ۸ ستمبر ۱۹۱۹ء کی شب آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے ہیں اور قادیان سے بٹالہ جاتے ہوئے راستہ میں جو نہر کا پل ہے وہاں ٹھہر گئے اور حافظ صاحب کو بلایا اور جب آپ گئے تو بڑی محبت اور پیار سے حضور باتیں کرنے لگے۔ حضور کے ہمراہ دو تین سو وفات یافتہ افراد تھے۔ زندہ افراد میں سے کوئی نہ تھا۔ ان ہمراہیوں میں مائی تابی بھی تھیں جو حافظ صاحب کی

ہم قوم تھیں اور حضرت اقدسؑ کے ہاں رہا کرتی تھیں۔ حضور اٹھے اور چند قدم پر جا کر پیشاب کیا اور چل دیے۔ حافظ صاحب بیدار ہوئے تو گھر میں یہ خواب سنائی اور کہا کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔

چنانچہ اس کے کوئی چار پانچ گھنٹے کے بعد آپ نے خود اٹھ کر پیشاب کیا جس کے بعد چارپائی پر لیٹنا تھا کہ مرغِ نفس قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو آپ کے ہاتھوں میں پیدا ہوئے، جوان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور وعدوں کے موافق حضرت اقدس کے جانشین ہوئے آپ کا جنازہ پڑھا اور جنازے کو کندھا دیا اور بہشتی مقبرہ میں دفن کرتے وقت فرمایا ''افسوس! حضرت اقدسؑ کے پرانے خادم ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں''۔

(اخبار الحکم قادیان ۷ اپریل ۱۹۳۴ صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۱)

حضرت مسیح موعودؑ کی رائے

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:-

''حِبّی فی اللہ شیخ حامد علی۔ یہ جوان صالح ایک صالح خاندان کا ہے اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔ اگرچہ دقائق تقویٰ تک پہنچنا بڑے عرفاء اور صلحاء کا کام ہے مگر جہاں تک سمجھ ہے اتباع سنت اور رعایت تقویٰ میں مصروف ہے۔ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہو گیا تھا التزامِ ادائے پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خداترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں۔ وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ شیخ حامد علی صاحب نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں...... حامد علی بے شک ایک مخلص ہے مگر فطرتی طور پر اشتعال طبع اس میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ صبر و ضبط کی عادت اس میں کم ہے۔ ایک غریب اور ادنیٰ مزدور کی سخت بات پر برداشت کرنا ہنوز اس کی طاقت سے باہر ہے۔ غصہ کے وقت کسی قدر جبائرہ کا رگ و ریشہ نمودار ہو جاتا ہے۔ کاہلی اور کسلی بھی بہت ہے مگر متدین، متقی اور وفادار ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی کمزوریوں کو دور کرے۔ آمین''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۴۰، ۵۴۱)

جنت کی بشارت

حضرت اقدس کو حافظ صاحب سے بہت محبت تھی اور حافظ صاحب کو بہت قرب کا مقام حاصل تھا حضور نے ان کی جو تعریف فرمائی ہے وہی ان کی نجات کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:-

''جیسی خدمت شیخ حامد علی نے کی ہے وہ میری خدمت کسی دوسرے نے نہیں کی۔ حامد علی جیسا کہ اب دنیا میں میرے ساتھ ہے اسی طرح بہشت میں میرے ساتھ ہوگا''۔

(سیرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۳۴۱)

☆☆☆

محوِ حیرت ہوں کہ!!

(مکرم انتصار احمد ازکی صاحب۔ اسلام آباد)

عزیز دوستو! انٹرنیٹ کی جادوگری کے متعلق آپ کو اکثر کچھ نہ کچھ بتایا ہی جاتا ہے، اس سلسلے میں مجھے یقین ہے کہ سائٹ www.ahmadiyya.com کا تعارف تو آپ کو کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذرا اس کو کھولیں اور پھر اسے بہتر بنانے کے لئے ہمیں ضرور مشورہ دیں۔ اور اپنے دوستوں کو بھی اس کا تعارف کرائیں۔ اب سب سے پہلے میں آپ کو انتہائی بہترین سائٹس بتلاتا ہوں۔

کیا کہاں ہے؟

عزیز ساتھیو! میں آپ کو کچھ سائٹس دے رہا ہوں جن کے ذریعے آپ تلاش کر سکتے ہیں کہ کمپیوٹر میں کیا کہاں ہے؟ کمپیوٹر کی ایک سائٹ ہے www.altavista.com اسے کھولیں اور متعلقہ چیز کی کمانڈ دے کر اسے تلاش کر لیں۔ مثلاً آپ چاہے live لکھیں یا Ahmad لکھیں اور پھر دیکھیں کیا کیا معلومات ملتی ہیں۔ اسی طرح اگر Internet پر کوئی چیز تلاش کرنی ہو تو www.google.com کو کھولیں اور ہر قسم کی کمانڈ حاصل کر لیں۔

معلومات کا خزانہ

عزیز ساتھیو! یوں تو انٹرنیٹ کی ہر سائٹ ہی لامتناہی ہے مگر ایک سائٹ ہے www.howstuffworks.com ذرا اس کو کھولیں اور پھر دیکھیں کہ ہر قسم کی معلومات کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ چل نکلے گا۔ شاید کوئی اسے انسائیکلوپیڈیا بھی کہے، مگر اس کے اندر پائے جانے والے لامتناہی خزانے کے باوجود آپ اسے انسائیکلوپیڈیا تو نہیں کہہ سکتے مگر الہ دین کا چراغ ضرور کہیں گے۔ کیونکہ اس کے اندر ہے گاڑی کے انجن کے بارے میں معلومات، ہوائی جہاز کی اڑان کے بارے میں معلومات، آپ کے جسم کے ہر حصے کی کارکردگی پر معلومات، کمپیوٹر کے ہارڈ ویئر، سافٹ ویئر حتیٰ کہ وائرس اور اس کے فنکشن کے بارے میں معلومات اور ہر وہ چیز جو اس دنیا میں ظاہری وجود رکھتی ہے آپ کو اس میں اس کے متعلق معلومات ملیں گی۔

الیکٹرونکس کیسے کام کرتی ہیں

یہ جاننے کے لئے آپ کو کسی دکان پر جانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی متعلقہ چیز کا ہونا ضروری ہے۔ بلکہ محض www.getplugged.com کی سائٹ پر جائیں اور دنیا جہان کی الیکٹرونکس کے متعلق معلومات لے لیں۔

بچوں کے لئے سائٹس

بچوں کی دنیا ہمارے ہاں وسیع ترین دنیا ہے، شاید اسی لئے سب سے زیادہ سائٹس بھی انہی کے لئے ہیں۔ مثلاً آپ www.yahooligans.com سائٹ، www.kidsworld.com سائٹ www.kidsklub.com سائٹ، اسی طرح www.tafreeh.com سائٹ کوئی سی بھی دیکھیں۔ احباب، کہانیاں، کھیل اور کارٹون دکھانے کے لئے www.headbonezones.com کی سائٹ پر بچوں

کو لے جائیں۔ www.diggit.co.uk بھی ایک پارک اور کہانیوں کی سائٹ ہے۔ بچوں کے لئے ایک اور مزیدار سائٹ www.disney.com ہے جس میں بچوں کے Disney کے پارک، کہانیاں، کارٹون اور نہ جانے کیا کیا کچھ ہے۔ اسی طرح ایک اور سائٹ www.in2toys.com بھی ہے اور www.xbox.com بھی۔ ان میں سے کوئی سی بھی سائٹ نکال دیں پھر تو بچے یقیناً کمپیوٹر چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیں گے۔

ٹکٹیں اکٹھی کرلیں، مگر کتنی

جی ہاں، کس کا کیا مشغلہ ہے، اپنی اپنی پسند ہے۔ بہر حال ٹکٹیں اکٹھی کرنا بھی ایک مشغلہ ہے۔ مگر آپکے پاس ٹکٹیں ہیں کتنی؟۔ تھوڑی سی۔ اچھا تو اور چاہیے۔ جی اگر چاہیے تو دیکھیں www.stanleygibbons.co.uk سائٹ پر کس قدر ٹکٹیں آپ کا انتظار کررہی ہیں۔

کھیل اپنی اپنی پسند کا

کھیل، کتنا اچھا لفظ ہے، مگر جب اپنی پسند کا ہو تو بات ہی کچھ اور ہے۔ تو پھر آیئے فٹ بال سے لطف اندوز ہونے کے لئے www.football365.com پر اور کرکٹ کے لئے www.cricket365.com پر چلتے ہیں۔

اپنے پیارے وطن پاکستان کے متعلق معلومات

آپ کو پچھلے مضمون میں ایک سائٹ www.sohnidharti.com دی تھی اس پر آپ اپنے پیارے وطن کی سیر خود بھی کر سکتے ہیں اور اپنے ملکی وغیر ملکی دوستوں کو بھی یہ سائٹ بتا کر وطن عزیز کی سیر کرا سکتے ہیں۔ اور یہ سارا کچھ گھر بیٹھے مفت ہوگا۔ اب خاکسار ایک سائٹ www.epakistan.com دے رہا ہے۔ ذرا اس کو کھولیں اور پاکستان کے متعلق ہر قسم کی معلومات حاصل کریں۔

تعلیم کے حصول کی معلومات اب اور بھی آسان

جی ہاں آپ جاننا چاہتے ہیں کہ کہاں پر، کس کلاس میں کس طریق پر داخلہ ہوتا ہے تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ www.daad.de کی سائٹ پر جائیں اور جرمنی میں داخلے کے متعلق معلومات لے سکتے ہیں۔

اُردو کی سائٹ

ساتھیو! آپ مختلف موضوعات پر مختلف شعراء کی اردو شاعری پڑھنا چاہتے ہوں گے، کہانیاں اور میگزین بھی اور دینی کتب بھی۔ مگر یقیناً آپ کے پاس اس قدر کتب اور میگزین نہیں ہوں گے۔ بہر حال پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ www.urdupoint.com کی سائٹ پر جائیں اور دیکھیں وہاں کیا کچھ آپ کا انتظار کررہا ہے۔

اپنی تعلیمی استعداد میں اضافہ کریں

اس مقصد کے لئے آپ www.cram.com کی سائٹ پر جائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اپنی تعلیمی استعداد میں اضافہ کس قدر آسان ہے۔

گھر میں۔ لائبریری

پچھلے مضمون میں آپ کو ڈکشنری کا حصول بتایا تھا۔ مگر اس کا فائدہ ہی کیا اگر مطالعہ ہی نہ ہو اور مطالعہ کرنے کے لئے انٹرنیٹ پر آپ ہر قسم کی لائبریری کھول سکتے ہیں۔ سائنس لائبریری کی خاطر www.bartleby.com کی سائٹ کھولیں، اسی طرح جنرل لائبریری کے لئے www.ipl.org کی سائٹ استعمال کریں۔ آپ

Link.springer.de/forum.htm پر بھی لائبریری دیکھ سکتے ہیں، اس سائٹ کے اندر پھر بہت سی لائبریریوں کے Links بھی ہیں۔

نوکری کے حصول کے متعلق معلومات

اس مقصد کے لئے انٹرنیٹ پر کئی ایک سائٹس ہیں، مثلاً www.job.com پر، www.monster.com پر بھی نوکری کے حصول کے متعلق معلومات مل سکتی ہیں۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

عزیز ساتھیو! زندگی کس کو پیاری نہیں اور موت ہے کہ کوئی پسند ہی نہیں کرتا۔ مگر آنی بھی یہ سب کو ہے، البتہ کب آنی ہے کوئی نہیں جانتا۔ کیا واقعی کوئی نہیں جانتا، جی ہاں سوائے اللہ رب العزت کے واقعی کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اب موت کی بھی پیشگوئی انٹرنیٹ کی سائٹ www.deathclock.com پر دی جانے لگی ہے۔ بڑی دلچسپ سائٹ ہے صرف لطف اندوز ہونے کے لئے کھولیں کیونکہ اس پر یقین کرنا ہمارا ایمان نہیں اور نہ ہی یہ قابل یقین ہے لیکن آئیں ذرا خود کو ڈرائیں تو۔

کھانا پکایا، کبھی نہیں پکایا

کیوں ساتھیو! آپ نے کبھی کھانا پکایا، کبھی نہیں پکایا کیونکہ آپ کو کھانا پکانا ہی نہیں آتا۔ بہرحال شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، ہمیں تو www.ksa.uk نے کھانا پکانا سکھلا دیا ہے۔

خبریں بتانے والی سائٹس

آیئے www.xbox.com کی سائٹ یا www.ign.com کی سائٹ کی سیر کرتے ہیں اور مزے مزے کی خبروں کی خبر لیتے ہیں۔

(بقیہ از صفحہ 32)

ایک جنگ کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کرنے کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے تمام مال قریش مکہ میں بانٹ دیا اور انصار مدینہ کو کچھ نہ دیا۔ اس پر مدینے کا ایک بے وقوف انسان پکار اٹھا۔ کہ یہ کیا انصاف ہے ہماری تلواروں سے ابھی تک خون ٹپک رہا ہے اور مال غنیمت سے ہمیں محروم کر کے تمام مال اپنے خونی رشتہ داروں کو دے دیا ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے تمام انصار کو اکٹھا کیا اور ایک تاریخی خطاب کیا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ اہل مدینہ کے بے شمار احسانات ہم سب پر ہیں۔ پھر ان کے تمام احسانات ایک ایک کر کے گنانے شروع کئے۔ کہ مدینہ والوں نے ہمارے ساتھ یہ بھی سلوک کیا اور یہ بھی سلوک کیا حتیٰ کہ اہل مدینہ نے نہایت بے قراری سے روتے ہوئے کہا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ کو کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان کو خاموش کروا دیا اور فرمایا کہ تم لوگ جائز طور پر یہ کہہ سکتے ہو کہ تم لوگوں نے ہم پر اتنے احسانات کئے ہیں اور میں نے تمام مال غنیمت مکہ والوں کو دیا ہے۔ لیکن اس بات کو بیان کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ تم کہہ سکتے تھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان چیزیں تقسیم کی گئیں اور جہاں مکہ والے دنیاوی مال و متاع لے کر گئے۔ وہاں اہل مدینہ خدا کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر گئے۔ اب خود ہی فیصلہ کر لو کہ کون فائدے میں رہا۔ حضور نے فرمایا کہ اس روایت کی موجودگی میں اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے بعد مدینہ میں رہنے کا فیصلہ کیوں کیا۔

(بحر عرفان۔ مجالس عرفان۔ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور، کراچی)

☆☆☆

مجلس عرفان

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سوال:- ایک خاتون نے سوال کیا کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے؟

جواب:- حضور انور نے فرمایا:-

حج سب سے پہلے تاریخ میں جانتی ہیں کہ کس پر بند ہوا تھا؟ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا حج بند کیا گیا تھا۔ وہ وجود جس کی خاطر درحقیقت خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی ہے۔ اس میں سب سے زیادہ عبادت کا حق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رکھتے تھے۔ آپ کا حج بند کیا گیا اور قرآن کریم یہ گواہی دیتا ہے کہ حج بند ہونے پر سب سے زیادہ حج جو قبول ہوا ہے وہ وہ تھا جو آنحضرتؐ نے نہیں کیا۔ سورۃ الفتح میں تفصیل موجود ہے اور کسی فرقے کا کوئی اختلاف نہیں۔ صحابہ کرامؓ اس بات پر اصرار کر رہے تھے۔ بلا استثناء کہ یا رسول اللہ یہ ہمارا حج روکتے ہیں۔ ہم زبردستی حج کر کے دکھائیں گے۔ ہماری قربانیاں قبول کیجئے اور ہو نہیں سکتا کہ آپؐ کی رؤیا قبول نہ ہو۔ اس لئے ہم حاضر ہیں۔ ہمیں اجازت دیں۔ جس طرح منہ زور گھوڑے کی باگیں تھامنی پڑتی ہیں۔ اس طرح آنحضرت ﷺ نے صبر و استقلال سے ان کو روکے رکھا۔ اس قدر غم تھا صحابہؓ میں اس قدر جوش تھا کہ روایت آتی ہے کہ جب رسول اکرمؐ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہیں قربانیاں دے دی جائیں اور وہاں نہ جائیں تو ایک بھی صحابی نہیں اُٹھا۔ جو اطاعت کے پتلے تھے اور آگے بڑھ کر انہوں نے قربانیاں نہیں دیں۔ تب اُمہات المومنین میں سے ایک جو ساتھ تھیں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ! یہ غم سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ ان کے دماغ کے اندر سوچنے کی بھی طاقت نہیں رہی۔ آپؐ اُٹھیں اور قربانی دیں۔ پھر دیکھیں یہ کیا کرتے ہیں۔ تو رسول اکرمؐ نے قربانی دی۔ تو سارے صحابہ لپک پڑے اور قربانی دی۔ یہ وہ منظر ہے کیونکہ حضور اکرمؐ نے زبردستی حج نہیں کیا۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے حج کی یہ شرط رکھی ہوئی ہے کہ راستے کا امن مہیا نہ ہو تو حج نہیں کرنا اور حضور اکرمؐ سے بڑھ کر فلسفۂ شریعت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ آپ جانتے تھے کہ ثواب اور تقویٰ اور نیکی اللہ کی اطاعت کا نام ہے۔ نہ کہ زبردستی خدا کو خوش کرنے کا نام ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں عائد کردہ شرط جب تک موجود ہے۔ اس وقت تک کسی کو حج کرنے کی قرآن اجازت نہیں دیتا۔ یعنی زبردستی روکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رک جاؤ پھر ہم جانیں۔ اور تمہارا معاملہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارے نزدیک تمہارا حج بغیر کئے بھی قبول ہو سکتا ہے یہ بات میں نے کہاں سے نکالی۔ یہ قرآن کریم میں ہے سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ رسول کریمؐ کی حج کی قبولیت کی دو علامتیں بیان فرماتا ہے کہ عام حج تو یہ ہوتے ہیں۔ کہ حج سے پہلی زندگی کے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں لیکن یہ حج جو نہیں کیا گیا تھا۔ بظاہر خدا کی رضا کی خاطر، فرمایا یہ ایسا ہے کہ پہلے گناہ بھی بخشے گئے اور آئندہ کے گناہ بھی بخشے گئے۔ اس سے بھی بڑا کبھی دنیا میں حج ہوا ہے۔ کہ بظاہر نہیں ہوا اور پہلی زندگی پر بھی حاوی ہو جائے اور تمام بیعت رضوان کرنے والوں کے لئے جنت کی خوش خبری دے دے۔ پس اصل ظاہر پرستی میں کوئی دین

نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی شرائط کو پورا کرنے کا نام دین ہے۔ اُسی بہن نے پھر سوال کیا:

''وہاں مقابلہ تھا مسلمانوں کا اور کافروں کا اور یہاں ایک طرف آپ دوسری طرف مسلمان ہیں!

جواب:۔ موجودہ حکومت جس نے ہمارا حج روکا ہے۔ اس سے پہلے شریف مکہ نے ان کا (حج) روکا ہوا تھا۔ اس سے پہلے وہ بھی مسلمان تھے۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ یہ حکومت۔ ان کا داخلہ بند تھا۔ یعنی BAN تھا اور شریف مکہ جب تک رہے۔ وہ شرفاء کا خاندان اُنہوں نے ان کو کافر مرتد قرار دے کر جس طرح آج ہم سے سلوک کیا جارہا ہے۔ ان کا خانہ کعبہ میں داخلہ روک رکھا تھا۔ مدتوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر جو زبردستی روکے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بالاخر ان کو لازماً کامیاب کرتا ہے۔ یہ ہے تاریخ جو ہمارے سامنے UNFOLD ہو رہی ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں خدا کے فضل سے کہ جب آنحضرتؐ کو روکا گیا۔ تو خانہ کعبہ آپؐ کے سپرد کیا گیا۔ اور اب احمدیوں کو روکا گیا یہ تو ہمارے لئے خوش آئند بات ہے۔ سعودی عرب وہ سختی نہیں کرتا جو پاکستان میں ہو رہی ہے۔ چنانچہ دنیا کے مختلف ممالک سے احمدی، احمدی کہلا کر نہ صرف سعودی عرب میں گئے۔ بلکہ حج کرنے کی اجازت دی گئی۔ چند سال پہلے نائیجیریا کے وفد کا لیڈر احمدی تھا۔ حکومت سعودی عرب کی ایمبیسی نے یہ اعتراض کیا کہ ہم تو احمدیوں کو اندر نہیں آنے دیتے۔ اور یہ احمدی ہے۔ نائیجیرین گورنمنٹ نے کہا کہ اپنے وفد کا لیڈر بنانا ہمارا کام ہے۔ تمہارا کام نہیں۔ تم وفد کینسل کرنا چاہتے ہو تو کینسل کر دو۔ لیکن یہ وفد اسی طرح جائے گا۔ اور سعودی عرب نے تسلیم کیا۔ اور وہ حج کا لیڈر احمدی تھا۔ انگلستان سے ہندوستان سے اور دنیا کے دوسرے ممالک سے احمدی کم از کم سینکڑوں نہیں تو بیسیوں جاتے ہیں۔ اور سعودی عرب قبول کر لیتا ہے۔ ہمارے معاملے میں وہ کہتے ہیں کہ پاکستان گورنمنٹ نہیں تمہیں منظور کرتی۔ تو ہم کس طرح کریں۔ یہ صورت حال ہو رہی ہے۔ وہاں احمدی ملازم ہیں اور سعودی عرب کی حکومت کو پتہ ہے۔ انہوں نے بتایا ہوا ہے۔ وہ شہزادوں کو لے کر ربوہ آئے ہیں۔ انگلستان میں ہماری بیت الصلوٰۃ میں لے کر آئے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں ہماری بیت الصلوٰۃ میں لے کر آئے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ ان کو پتہ نہیں کہ احمدی ہیں۔ میں نے خود ان سے گفتگو کی ہوئی ہے۔ اس لئے یہ آپ کا خیال خام ہے۔

سوال: کیا اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب نے بھی اپنے آخری ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

جواب: کسی بھی مذہب کا کسی جگہ ایسا دعویٰ نہیں ملتا اور نہ ہی کسی مذہبی کتاب میں اس کے آخری ہونے کا کوئی دعویٰ موجود ہے۔ اگرچہ ان مذاہب کے پیروکار اپنے مذہب اور اپنی شریعت کو آخری تسلیم کرتے ہیں اور اب یہ اعلان بھی کرنے لگ گئے ہیں کہ ان کا مذہب آخری اور عالمگیر ہے لیکن ان کی کتاب اس معاملے میں بالکل خاموش ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (دین حق) کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم خدمت اس بنیادی اصول کو دنیا کے سامنے رکھنا تھا جو اس سے پہلے کبھی پیش نہیں کیا گیا۔ اور جس کے پیش کرنے کی وجہ سے مسلمان علماء پر حضرت مسیح موعودؑ کے طریقہ کار کا نہایت درجہ اثر ہوا تھا۔ یہ علمی جہاد کا ایک ایسا اچھوتا طریقہ تھا جو اس سے پہلے اسلامی تاریخ میں کبھی اختیار نہیں کیا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے دوسرے مذاہب کے مقابلے کے لئے بعض بنیادی اصول بنائے اور عقلی طور پر ان اصولوں کی برتری

ثابت فرمائی اور دشمن کو مجبور کر دیا کہ یا تو ان اصولوں کو غلط ثابت کر کے دکھائے اور یا ان کے مطابق اپنے مذہب کی برتری ثابت کرے۔ ان اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی تھا کہ ہم سب اپنے اپنے مذہب کی تعریف میں دعویٰ کرتے ہیں لہذا مقابلے کے لئے شرط یہ ہوگی کہ ہر مذہب کے ماننے والے اپنے دعاوی اپنی مذہبی کتب سے ثابت کریں۔ اگر ان کی الہامی کتاب میں وہ دعویٰ موجود نہ ہو جو اس کے ماننے والے اس کی طرف منسوب کرتے ہیں تو ایسے بے بنیاد دعویٰ پر بحث کرنا ایک غیر معقول بات ہوگی۔ یہ ایک ایسا بنیادی نکتہ تھا جس سے کوئی بھی ذی عقل انسان انحراف نہیں کرسکتا کیونکہ ایسے دعاوی جو کسی مذہب کی طرف منسوب ہیں وہ یا تو ان کے نبی کی زبان سے ادا ہوئے ہوں گے یا ان کی مذہبی کتاب میں موجود ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان دعاوی کا کوئی ماخذ ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ دوسرے مذاہب کے ساتھ مقابلے کی بناء اس اصول پر رکھنے کی وجہ سے ہندوؤں، سکھوں، بدھوں اور عیسائیوں کے بڑے بڑے دعوے سمٹ کر رہ گئے اور ان میں مقابلے کی طاقت ختم ہوگئی۔ مثلاً آریوں سے جب یہ کہا گیا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ تمہارا مذہب توحید سکھاتا ہے اور تم توحید پرست ہو تو اپنی مذہبی کتب ویدوں سے توحید کی تعلیم نکال کر دکھا دو جو اس کے برعکس بت پرستی کی تعلیم دے رہا ہے۔ اس پر وہ مار کھا گئے۔ پھر آپؑ نے عیسائیوں سے فرمایا کہ تم اپنے مذہب کے عالمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ اپنا یہ دعویٰ اپنی کتاب میں سے ثابت کرو۔ تمہاری کتاب کہاں یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ عیسائیت یا یہودیت عالمی مذہب ہے۔ اس اصول جنگ میں عیسائی ہار گئے اور اس دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے خود اپنے تمام دعاوی کو قرآن کریم سے ثابت کر کے دنیا کے سامنے (دین حق) کی برتری تمام مذاہب پر ثابت کر کے (دین حق) کی عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔

سوال: آنحضرت ﷺ مکہ سے محبت کے باوجود فتح مکہ کے بعد دوبارہ مکہ میں مستقل رہائش پذیر کیوں نہ ہوئے؟

جواب: آنحضرت ﷺ کا فتح مکہ کے بعد مدینہ میں مستقل رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ دو شہروں کے درمیان مقابلہ پر مبنی نہیں تھا۔ بلکہ انصار مدینہ کی قربانیوں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا گیا تھا۔ انصار مدینہ کے لئے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا کر مکہ میں رہنا ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ وہ زراعت پیشہ لوگ تھے اور مکہ کی زمین کاشت کاری کے بالکل قابل نہ تھی لہذا ان کا مدینہ ٹھہرنا ضروری تھا۔ انصار مدینہ نے آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کے لئے جو مکہ سے آئے تھے اس قدر قربانیاں دیں اور اس طرح ان کا استقبال کیا کہ تاریخ انسانیت کے کسی دور میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ انصار مدینہ نے اپنی ہر چیز آدھی آدھی اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ تقسیم کر لی۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ اگر آپ اجازت دیتے تو ہم اس بات پر تیار تھے کہ ہم میں سے جن کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں ان کو طلاق دے کر اپنے بھائیوں کے ساتھ تقسیم کر لیتے اس سلوک کے بعد آنحضرت ﷺ جو فطرتی طور پر بہت شکرگزار طبیعت کے مالک تھے کس طرح انصار کو چھوڑ کر جا سکتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو مکہ بہت پیارا تھا۔ نیز بیت اللہ کو چھوڑنے سے جو تکلیف آپ کو پہنچی تھی اس کا بھی سب کو اندازہ تھا لیکن انصار کی قربانیوں اور خدمت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ مدینہ چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ خود آپؐ نے بھی اپنے مدینہ میں مستقل قیام کی یہی وجہ دی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 29 پر)

قسط نمبر ۸

عربی شاعری

(مکرم مقبول احمد ظفر صاحب۔ ربوہ)

مُخضَرَمی شعراء

لغوی لحاظ سے مُخضَرَم کا لفظ اُس فرد کے لئے استعمال ہوتا تھا جس کا اپنا رنگ سیاہ ہوتا لیکن اُس کے باپ کا رنگ خوب سفید ہوتا۔ اِسی طرح ''الخُضرِم'' اُس پانی کو کہتے ہیں جِس کا ذائقہ نمکین اور میٹھا ہوتا ہے اور ابن خالویہ نے ''خضرَم'' کے معنی خلط ملط کرنے کے لئے ہیں چنانچہ انہیں مندرجہ بالا معانی کی وجہ سے اس لفظ کا اطلاق اُن شعراء پر ہونے لگا جنہوں نے بحیثیت شاعر جاہلیت کا زمانہ بھی پایا اور قبولیت اسلام کا بھی شرف حاصل کیا اور اسی طرح اُن کی شاعری دو یکسر مختلف زمانوں کے اثرات کی حامل شاعری تھی۔ زمانہ جاہلیت میں ان کی شاعری کی کیا حالت ہوگی اس کا ایک واضح تصور سات مشہور عرب قصائد کے شعراء کی شاعری کے تعارف کو پڑھنے کے بعد آپ کے ذہنوں میں بخوبی اُبھر چکا ہوگا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان شعراء کی شاعری میں ایک حیرت انگیز تبدیلی آئی اور اب یہ شعراء ذہنی آوارگی والی مبالغہ آمیز شاعری کی بجائے خدا اور اُس کے رسولؐ اور اسلام اور قرآن کے حوالہ سے پر از صداقت شاعری کرتے اور جاہلانہ فخر اور قومی تعصب اور عام عشقیہ شاعری کی جگہ غزوات کے لئے مسلمانوں کو اُبھارنا اور فوجیوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور اسلام دشمن شعراء کا بخوبی جواب دے کر اُن کے منہ بند کرنا اور خدا اور اُس کے رسولؐ کے عشق و محبت کا ذکر کرنا اُن کی شاعری کا مرکزی جزو بن گیا تھا۔ یہ مخضرمی شعراء درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت کعب بن زہیر ۲۔ حضرت حسان بن ثابت
۳۔ حضرت خنساء ۴۔ حضرت نابغہ الجدی

ان کے علاوہ دو اور شعراء ''الحطیہ'' اور ''عمرو بن معدیکرب'' کا شمار بھی مخضرمی شعراء میں ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔

لیکن بعد میں ارتداد بھی اختیار کر لیا اور پھر جب اسلام دوبارہ قبول کیا تو محض اعتقاداً مسلمان رہے جبکہ عملاً اسلام سے ان کی زندگیوں نے کوئی واضح اثر نہ لیا۔ اس لئے خاکسار نے ان کا ذکر اوّل الذکر چار شعراء سے الگ بیان کیا ہے۔ اب ان شعراء کے حالات زندگی اور ان کی شاعری کا مختصر تعارف معزز قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت کعب بن زہیر

اُبوعقبہ کعب زمانہ جاہلیت کے مشہور عرب شاعر زہیر بن سلمی کے بیٹے تھے۔ شعر و سخن کو آپ نے وراثت میں پایا تھا اس لئے بچپن ہی سے آپ عمدہ شعر کہنے لگ پڑے۔ باپ نے ان کی نوعمری اور ناتجربہ کاری کے پیش نظر اس خوف سے کہ کہیں یہ لڑکا اپنی شاعری میں کسی ناسمجھی اور بے وقوفی والی کوئی بات کہنے کی وجہ سے باپ اور اُس کے قبیلہ کی بدنامی کا باعث نہ بنے۔ اُن پر یہ پابندی لگا دی کہ وہ شاعری نہ کریں اور بحیثیت شاعر قوم کے سامنے ظاہر نہ ہوا کریں۔ لیکن اُن کے جذبات تو تلاطم خیز موجوں کی طرح بے تاب کھڑے تھے وہ انہیں اشعار میں ڈھلنے سے بھلا کیسے روک سکتے تھے چنانچہ کعب سے شاعری کے حوالہ میں ایک مشکل امتحان لیا جس

میں کعب کامیاب ہو گئے۔ اب باپ کے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ کعب کو شاعری سے روکتا چنانچہ کعب کی فصیح و بلیغ شاعری جسے قبولیت کی سند مل چکی تھی پروان چڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ شاعری کے بعض میدانوں میں آپ اپنے باپ کو بھی پیچھے چھوڑ گئے۔

''حطیئۃ'' جو خود ایک مشہور شاعر تھا اور کعب اور اُس کے باپ زہیر کی شاعری روایت کیا کرتا تھا بھی کعب کی شعر کے میدان میں افضلیت کا معتقد تھا چنانچہ اُس نے ایک دن کعب سے یہ درخواست کی کہ کعب اپنے شعروں میں اُس کا ذکر کریں تا کہ وہ بھی لوگوں میں اس ذکر کئے جانے کی وجہ سے مشہور ہو جائے اور عزت کیا جائے۔

باپ کے مقابلہ میں کعب کی شاعری میں نادر اور مشکل الفاظ اور مشکل تراکیب زیادہ ملتی ہیں اور اسی نقص کی وجہ سے ناقدین شعر نے کعب کو اپنے باپ زہیر پر مکمل برتری نہیں دی تاہم پھر بھی عمدہ شاعری کی وجہ سے جزوی برتری ضرور دی ہے۔

کعبؓ کے اسلام لانے کا واقعہ

بعثت اسلام کے بعد کعب بن زہیرؓ اور اُن کے بھائی بجیر بن زہیر جو خود بھی شاعر تھے دونوں نے آنحضرت ﷺ سے ملنے کا پروگرام بنایا لیکن کعب اُس وقت کسی وجہ سے آنحضرتؐ کے دربار میں حاضر نہ ہو سکے جب کہ ان کے بھائی آپؐ کے دربار میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے ملاقات کی برکت سے اسلام کو قبول کر لیا۔ جب کعبؓ کو بھائی کے اسلام لانے کے واقعہ کا علم ہوا تو اُس کو اس وجہ سے بھائی پر بہت غصہ آیا کہ اُس نے بغیر مشورہ کے اسلام قبول کر لیا ہے چنانچہ اُس نے اپنے بھائی بجیر اور اسلام کو بہت برا بھلا کہا اور آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی ہجو لکھی۔ چنانچہ کعب کی اس اشتعال انگیز بدکلامی کی وجہ سے اُس کے قتل کو جائز قرار دے دیا اور مسلمان قبائل کے لوگ ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ ہر اسلام قبول کر لینے والے قبیلہ کو چھوڑ کر آپ بھاگ جاتے اور کوئی پناہ نہ دیتا۔ فتح مکہ کے وقت جب تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو اب کعب کے لئے جان بچانا مشکل ہو گیا چنانچہ آپ نے مکہ سے بھی فرار اختیار کیا۔ اسی اثناء میں بجیرؓ نے آپ کو بہت اصرار سے یہ سمجھایا کہ وہ آنحضرتؐ سے پناہ مانگ لیں تو آپؐ اپنی عظیم الشان رحم دلی کی وجہ سے اُسے ضرور معاف کر دیں گے۔ چنانچہ کعبؓ چھپتے چھپاتے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملے اور آپؓ کو واسطہ بنا کر آنحضرتؐ کے دربار میں حاضر ہوئے اور قبولیت اسلام کا اظہار کیا اور آپؐ کی خدمت میں آپؐ کی مدح میں لکھا ہوا اپنا لامیہ قصیدہ جو ''بَانَتْ سُعَادُ'' کے نام سے بھی مشہور ہے پیش کیا۔ آنحضرتؐ اس نعتیہ قصیدہ کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بطور انعام کعب بن زہیر کو یہ سعادت بخشی کہ اپنی چادر انہیں اُڑھا دی۔ چادر کے لئے عربی سے چونکہ ایک لفظ ''بُردۃ'' استعمال ہوتا ہے اس لئے کعب بن زہیر کے اس قصیدہ کو ''قصیدۃ بردہ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اور یہی حقیقی طور پر ''قصیدہ بردہ'' کہلانے کا مستحق ہے اس کے بعد لکھے گئے بعض عربی نعتیہ قصائد کو بھی ''بردہ'' کا نام دیا گیا ہے لیکن ان قصائد کے شعراء نے محض اس پہلے قصیدہ کی مقبولیت سے متاثر ہو کر بطور نیک فال کے یہ نام اختیار کیا۔

زہیر کا قصیدہ بردہ

جیسا کہ پچھلی اقساط میں ذکر ہو چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے شعراء اپنے قصائد کا آغاز اپنی پرانی روایات کے پیش نظر اپنے محبوب کی یاد سے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس قصیدہ کا آغاز بھی کعب نے سُعاد نامی خاتون کے ذکر سے کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:-

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی مَتْبُوْلُ
مُتَیَّمٌ اُثْرَهَا لَمْ یُفْدَ مَکْبُوْلُ

آج سعاد مجھ سے بچھڑ گئی بس میرا دل اُس کے ہجر کی وجہ سے بیمار اور بدحال پڑا ہوا ہے اور میرا دل اُس کی محبت میں گرفتار اُس قیدی کی طرح ہے جسے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہو اور کوئی اُس کا فدیہ نہ دے سکا ہوتا کہ وہ آزاد ہوتا۔

اس کے بعد کہتے ہیں۔ ''ہر وہ دوست جس پر میں نے امیدیں لگائی ہوئی تھیں کہ وہ ضرور میری مدد کرے گا اُس نے کہا میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا میں نے انہیں کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو مجھے بھی تمہاری کوئی پرواہ نہیں جو خدا نے میری تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی میرے ساتھ ہوگا ہر ماں کا بیٹا چاہے وہ جتنی لمبی مدت زندہ سلامت رہے ایک دن اُس کا جنازہ ضرور اُٹھایا جائے گا۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے مجھے دھمکی دی ہوئی ہے جب کہ عفو و درگزر ہی کی اللہ کے اس رسولؐ کے دربار سے مجھے امید ہے۔ اے اللہ کے رسولؐ ذرا توقف کیجئے وہ ذات جس نے آپ کو نصائح اور تفصیلات پر مشتمل کتاب قرآن مجید عطا کی ہے وہ آپ کی راہ نمائی فرمائے جھوٹی رپورٹیں کرنے والوں کی باتوں پر میری گرفت نہ کریں۔ میرے بارے میں افواہیں بہت پھیل گئی ہیں جبکہ میں نے اتنا بڑا گناہ نہیں کیا''۔

اس قصیدہ کے بدلہ میں ملنے والی آنحضرتؐ کی متبرک چادر آپ کے پاس رہی اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے خاندان میں بطور وراثت منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ بالآخر حضرت معاویہ نے آپ کے خاندان والوں سے یہ چادر بعض روایات کے مطابق ۴۰ ہزار درھم میں خریدی۔ پھر اموی بادشاہوں کے بعد عباسی بادشاہوں میں منتقل ہوتی رہی اور جب بادشاہت بنو عثمان میں گئی تو وہ چادر بھی اُن کے پاس چلی گئی۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ از صفحہ 40)

☆ پاکستان کے سعید انور سب سے بڑی انفرادی اننگ کے مالک ہیں۔ اُنہوں نے یہ اعزاز 97-1996ء میں انڈیا کے خلاف 194 رنز بنا کر حاصل کیا۔ اسی اننگ میں سعید انور کے لگائے جانے والے 22 چوکے بھی ورلڈ ریکارڈ ہیں۔

☆ سری لنکا کے جے سوریا تیز ترین نصف سنچری بنانے والے کھلاڑی ہیں۔ جے سوریا نے 1996ء میں پاکستان کے خلاف اپنی نصف سنچری صرف 17 گیندوں پر مکمل کی۔

☆ ون ڈے کرکٹ میں تیز ترین سنچری بنانے کا اعزاز شاہد آفریدی کے پاس ہے۔ آفریدی نے 1996ء میں سری لنکا کے خلاف 37 گیندوں پر اپنی سنچری مکمل کی۔ اسی اننگ میں اُنہوں نے 11 چھکے لگا کر جے سوریا کا ریکارڈ برابر کیا۔

☆ ایک اوور میں سب سے زیادہ رنز بنانے کا ریکارڈ بھی سری لنکا کے جے سوریا کے ہاتھ میں ہے۔ اُنہوں نے یہ کارنامہ دوبار سرانجام دیا۔ اُنہوں نے پہلی بار 1996ء میں عامر سہیل اور دوسری بار 2001ء میں نیوزی لینڈ کے کرس ہیرس کے ایک اوور میں 30 رنز حاصل کئے۔

☆ سری لنکا کے ہی مرلی دھرن ون ڈے کرکٹ میں بہترین بالنگ کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ مرلی دھرن نے 2000ء میں انڈیا کے 7 کھلاڑیوں کو 30 رنز کے بدلے آؤٹ کیا۔

☆ ون ڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز (10,803) بنانے والے انڈیا کے سچن ٹنڈولکر سب سے زیادہ 31 سنچریاں بھی بنا چکے ہیں۔

☆ پاکستان کے وسیم اکرم سب سے زیادہ وکٹوں کے مالک ہیں۔ وسیم اکرم اس طرز کی کرکٹ میں اب تک 446 وکٹیں حاصل کر چکے ہیں۔

﴿یہ تمام ریکارڈز 10 نومبر 2001ء تک مکمل ہیں﴾

مزاح

تزک نادری عرف سیاحت نامہ ہند

(شفیق الرحمٰن)

رقم زدہ:۔ اعلیٰحضرت جناب نادر شاہ سابق شہنشاہ سابق ابن شمشیر سابق مرحوم و مغفور وغیرہ وغیرہ

پیش لفظ عرف کرنا مرتب اس تزک کا ہمارا

آج جو اتفاق سے پرانی پوستین کو جھاڑا تو متعدد اشیاء کے ساتھ ہمارے خود نوشتہ اوراقِ کرم خوردہ بھی زمین پر گر پڑے۔ جنہیں ہم نے وقتاً فوقتاً لکھا تھا۔ پڑھا تو حیران رہ گئے۔ سوچا کہ سیاحت ہند کے بعض معترضین نے ہم پر جو طرح طرح کی افتراء پردازی کی ہے۔ کیوں نہ اس کے جواب میں یہ اوراق پیش کئے جائیں۔ اگرچہ ہم مقامی مورّخین کی لگام بندی فرما چکے تھے تاہم غیر ملکی پریس نے واویلا مچا کر جو غلط فہمی پیدا کر دی ہے اس کا ازالہ بہت ضروری ہے۔ تصویر کا یہ رخ دکھا کر کیوں نہ معترضین کو ہمیشہ کے لئے خاموش کرا دیں۔ پھر ہمیشہ سے لوگوں کو گلہ بھی رہا ہے کہ تاریخ غلط پیش کی گئی ہے۔ تبھی تاریخ کی غیر جانبدار اور مستند کتابوں کی کمی محسوس کی جاتی ہے۔

خدا گواہ ہے کہ ہم ہندوستان محض حملے کی غرض سے ہرگز نہیں گئے۔ دراصل ہمیں اپنی دور افتادہ پھوپھی محترمہ سے ملاقات مقصود تھی۔ حملے کا خیال ہمیں راستے میں آیا۔ تختِ طاؤس اور کوہِ نور ہیرا ہم نے زبردستی ہرگز نہیں ہتھیایا۔ عزیزی محمد شاہ عرف رنگیلے میاں نے بصد منت و سماجت ہمارے سامان میں یہ چیزیں بندھوا دیں اور قتلِ کسی مسخرے نے کرایا تھا۔ وہ تو ایک معمولی سالاٹھی چارج تھا۔ یہ اور بات تھی اہل ہند نحیف و نزار ہونے کی وجہ سے اس کی تاب نہ لا سکے۔ سنا ہے ہمارے متعلق لوگوں نے طرح طرح کی کہاوتیں گھڑ لی ہیں۔ مثلاً شامتِ اعمال ما با صورتِ نادر گرفت۔ ہمارے دل کو خصوصاً اس مثل سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ یعنی اگر اس نادر سے مراد ہم ہیں تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ یہ نادر کوئی اور شخص تھا۔ اگر ہمیں علم ہوتا کہ ہماری سیاحت کے بعد اس قدر غل غپاڑہ مچے گا تو واللہ کبھی ہند کا رُخ نہ کرتے اور اگر دلّی میں پتہ چل جاتا وہاں سے کبھی نہ لوٹتے۔

والیٔ کابل سے ناچاقی

مدت سے ارادہ تھا کہ والیے کابل کی گوشمالی کریں۔ وہ لگاتار بلا کسی وجہ ہمارے خلاف زہر اگل رہا تھا۔ جب ہم نے خط لکھ کر اس خواہ مخواہ پروپیگنڈے کی وجہ پوچھی تو اور بھی زیادہ زہر اگلنے لگا۔ چنانچہ موسم کو مناسب پا کر حملہ ہوئے۔ غالباً ان لوگوں کو ہماری قوت کا غلط اندازہ تھا۔ ہم نے دریائے ہلمند کو جگہ جگہ سے کاٹ کر ان کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے۔

دریائے ہلمند نہایت خوشنما دریا ہے۔ فرمانبردار خاں معروض ہوا کہ شاہان سلف کا رواج رہا ہے کہ حملہ کرتے وقت

جو دریا راستے میں آئے تیر کر عبور کرتے تھے۔ اس کے کہنے پر غلطی سے ہم نے بھی چھلانگ لگا دی اور شاہانِ سلف میں شامل ہوتے ہوتے بال بال بچے۔ کنارے کی طرف آنے کی کوشش کی، ہم پوستین کو چھوڑتے تھے لیکن پوستین ہمیں نہ چھوڑتی تھی۔ بمشکل میں باہر نکالا گیا، بڑے پشیمان ہوئے، تہیہ کیا کہ جب تک تیراکی کے ماہر نہ ہو جائیں پانی میں قدم نہ رکھیں گے۔

شہباز خاں کو خطاب کا عطیہ

مقامی باغ میں چند الو دکھائی دیئے۔ یہاں کا الو ایرانی الو سے بڑا اور بہتر ہوتا ہے۔ الوؤں کا ایک جوڑا ہمارے ساتھ ہولیا شام کو ہمارے قیام گاہ کے پاس بسیرا لیتا اور رات پھر ہاؤ ہو مچاتا۔ ہم نے فرمانبردار خاں سے پوچھا کہ یہ جوڑا کیا چاہتا ہے۔ وہ بولا گستاخی کرتا ہے اور ہمیں واپس جانے کو کہتا ہے۔ ہم بے حد خفا ہوئے اور فرمانبردار خاں کو پاپوش مبارک سے زدوکوب کر کے سرفراز فرمایا۔ ساتھ ہی شہباز خاں کی رائے دریافت کی۔ وہ جاں نثار معروض ہوا کہ فال نیک ہے۔ الو جیسا منحوس پرندہ بھی ہم سے بلند طالع شہنشاہ کی آمد پر خوش آمدید کہتا ہے، ہم اس جواب پر خوش ہوئے اور نمک حلالی کی قدر کرتے ہوئے اس کو الو شناس کے لقب سے نوازا اور اس کے ہم جنسوں میں اس کی عزت افزائی فرمائی۔

سیاحت ہند کا ارادہ

کابلی افواج کے ساتھ ہماری جنگ خاصی رہی۔ یہ ان تمام خصوصیات کی حامل تھی جنہوں نے نادر شاہی جنگوں کو قلیل عرصے میں اس قدر حیرت انگیز شہرت بخشی۔ اب ماشاء اللہ نادر شاہی حکم، نادری قہر، نادر موقعے اور نادری حکومت بچے بچے کی زبان پر ہیں۔ والیٔ کابل اپنے کیئے پر نادم تھے۔ اس نے وفاداری کا حلف اتنی مرتبہ اٹھایا کہ ہم نے تنگ آ کر منع فرما دیا۔

شہباز خاں الو شناس ہر روز ملک ہندوستان کی خبریں سناتا کہ کابل سے میوہ جات کثیر مقدار میں ہند بھیجے جاتے ہیں اور اس کے بدلے تجار ہینگ، بھنگ، چرس و دیگر تفریحات لاتے ہیں۔ ہم نے اس ذکر میں دلچسپی لی تو الو شناس بھی چست ہو گیا۔ اس نے ہمیں پھوپھی محترمہ کی یاد دلا دی جو غالباً ہند میں مقیم تھیں۔ حقیقت یہ تھی کہ ہم نے اپنی پھوپھی کا محض ذکر ہی سنا تھا نہ کبھی انہیں دیکھا تھا نہ شرف ملاقات بخشا تھا۔ گستاخ فرمانبردار خاں کا خیال تھا کہ ہماری کوئی پھوپھی تھیں ہی نہیں۔ خیر چونکہ کابل کی مہم اندازے کے خلاف بہت جلد ختم ہو گئی سوچا یہ بیکار وقت کیوں نہ سیاحت ہند میں صرف کیا جائے۔

ہمیں بتایا گیا کہ حملہ آوروں کی سہولت کے لئے اہل ہند نے دو راستے صاف کروا رکھے ہیں:۔

براہِ افغانستان: خیبر ایجنسی ___ پشاور ___ لاہور ___ پانی پت

براہِ بلوچستان: سمہ سٹہ ___ بھٹنڈہ ___ دلّی

ہم نے پہلا راستہ پسند فرمایا کیونکہ بلوچستان کے راستے میں جیکب آباد پڑتا ہے جو دنیا کے گرم ترین مقاموں میں سے ہے۔

☆☆☆

تاریخ احمدیت کے ماہ فروری میں ہونے والے بعض اہم واقعات

(مرتبہ: ڈاکٹر نصیر احمد شریف صاحب۔ کلر کہار)

یکم فروری 1945ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 22 واقفین زندگی کو بیرون ملک بھجوانے اور نو واقفین کو علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے منتخب کیا۔

2 فروری 1900ء حضرت مسیح موعودؑ کی تحریک پر عید الفطر کے موقع پر ایک ہزار احمدیوں کا اجتماع۔ اس تقریب کو جلسہ دُعا بھی کہا جاتا ہے۔

2 فروری 1949ء مسقط مشن ہاؤس قائم ہوا۔

3 فروری 1955ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تصنیف "حقیقۃ الوحی" کے اصل قلمی مسودہ کے آٹھ صفحات بطور تبرک جماعت ہائے انڈونیشیا کو بھجوائے۔

4 فروری 1984ء جلسہ سالانہ پر مہمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر پانچ سو دیگوں کے لئے اخراجات مہیا کرنے کی تحریک۔

5 فروری 1932ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے "مسلمانان کشمیر" کے لئے ایک پائی فی روپیہ چندہ دینے کی تحریک فرمائی۔

6 فروری 1898ء بذریعہ اشتہار حضرت مسیح موعودؑ نے پنجاب میں طاعون پھیلنے کی پیشگوئی فرمائی۔

7 فروری 1921ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا نکاح حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ سے ہوا۔

8 فروری 1914ء حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا "خدا تعالیٰ نے اس بیماری میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پانچ لاکھ عیسائی افریقہ میں احمدی ہونگے"۔

10 فروری 1900ء بذریعہ اشتہار "جنگ ٹرانسوال" کے زخمیوں کے لئے چندہ کی تحریک پانچ صد (500) روپے جمع ہوئے۔

10 فروری 1925ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک لاکھ روپیہ کے چندہ خاص کی تحریک فرمائی

13 فروری 1835ء بمطابق 14 شوال 1250ھ کو بروز جمعہ طلوع فجر کے بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا۔ وہ جلد فوت ہوگئی۔

14 فروری 1913ء حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سفر حج سے واپسی پر استقبالیہ تقریب جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول شریک ہوئے اور خطاب فرمایا۔

15 فروری 1919ء حضرت مفتی محمد صادق صاحب امریکہ میں مشن قائم کرنے کے لئے فلاڈلفیا کی بندرگاہ پر اترے مگر آپ کو شہر میں جانے سے روک دیا گیا۔

15 فروری 1986ء فوجی عدالت کی طرف سے ساہیوال کیس میں ماخوذ دو احمدیوں کو موت کی سزا سنائی گئی۔

16 فروری 1923ء منارۃ المسیح قادیان کی تکمیل ہوئی۔

17 فروری 1908ء حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب نے پڑھا۔

18 فروری 1922: مصر میں احمدیہ مشن قائم کرنے کے لئے شیخ محمود احمد صاحب عرفانی قادیان سے روانہ ہوئے۔

19 فروری 1986ء پنوں عاقل ضلع سکھر میں چوہدری مقبول احمد صاحب راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔

20 فروری 1886ء حضرت مسیح موعود نے اشتہار درباره پیشگوئی مصلح موعود تحریر فرمایا جو یکم مارچ کو اخبار ''ریاض ہند'' امرتسر میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔

21 فروری 1936ء بوڈاپسٹ میں احمدیہ مشن کا قیام۔ یہ تحریک جدید کے تحت یورپ میں پہلا احمدیہ مشن تھا۔

21 فروری 1986ء سکھر کیس میں دو احمدیوں کو سزائے موت سنائی گئی۔

22 فروری 1954ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ''دارالذکر لاہور'' کا سنگ بنیاد رکھا۔

23 فروری 1986ء پیشگوئی مصلح موعود پر سو سال پورے ہونے پر لندن میں جلسہ مصلح موعود۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

24 فروری 1917ء حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) کے ختم قرآن پر آمین کی تقریب ہوئی۔

25 فروری 1945ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا لاہور میں ''اسلام کا اقتصادی نظام'' پر ایک زبردست علمی خطاب۔

26 فروری 1919ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حبیبیہ ہال لاہور میں ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

27 فروری 1922ء جماعت احمدیہ کے وفد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تصنیف ''تحفہ شہزادہ ویلز'' لاہور میں ایڈورڈ ہشتم کو پیش کی۔ یہ کتاب انہی کے لئے لکھی بھی گئی۔

(ماخوذ از ''تاریخی معلومات'')

کرکٹ کے عالمی ریکارڈز

(قیصر محمود۔ دارالعلوم جنوبی۔ ربوہ)

ٹیسٹ کرکٹ

☆ کسی ٹیم کا ایک اننگ میں زیادہ سے زیادہ اسکور سری لنکا کا ہے۔ سری لنکا نے 97-1996ء میں انڈیا کے خلاف 952 رنز 6 وکٹوں کے نقصان پر بنائے۔

☆ نیوزی لینڈ وہ بدقسمت ٹیم ہے جو انگلینڈ کے خلاف 55-1954 میں صرف 26 اسکور پر آؤٹ ہوگئی جو ٹیسٹ کرکٹ میں کسی بھی ٹیم کا کمتر اسکور ہے۔

☆ ویسٹ انڈیز کے برائن لارا بہترین انفرادی اسکور کے مالک ہیں۔ لارا نے انگلینڈ کے خلاف 94-1993ء میں 375 رنز بنائے۔

☆ انگلینڈ کے جم لیکر بہترین بالنگ کے مالک ہیں۔ انہوں نے آسٹریلیا کے خلاف 1956ء میں 90 رنز دیکر 19 وکٹیں حاصل کیں۔

☆ ٹیسٹ کرکٹ کی ایک اننگ میں سب سے زیادہ چھکے لگانے کا ریکارڈ پاکستان کے وسیم اکرم کے پاس ہے۔ وسیم اکرم نے 97-1996ء میں زمبابوے کے خلاف 12 چھکے لگائے۔

☆ ٹیسٹ کرکٹ کی ایک اننگ میں سب سے زیادہ چوکے لگانے کا ریکارڈ انگلینڈ کے جان ایڈرچ کے پاس ہے۔ اُنھوں یہ ریکارڈ 1965ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف 52 چوکے لگا کر حاصل کیا۔

☆ سب سے کم عمری میں ٹیسٹ کرکٹ کیریئر کا آغاز کرنے والے پاکستان کے حسن رضا ہیں۔ حسن رضا نے 97-1996ء میں زمبابوے کے خلاف پہلا ٹیسٹ کھیلا تو اُنکی عمر صرف 14 برس اور 227 دن تھی۔

☆ انگلینڈ کے جے ساؤ تھرٹن نے 77-1876ء میں آسٹریلیا کے خلاف اپنا پہلا ٹیسٹ کھیلا تو اُنکی عمر 49 سال اور 119 دن ہو چکی تھی جو ایک ورلڈ ریکارڈ ہے۔

☆ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ سنچریاں انڈیا کے سنیل گواسکر نے بنا رکھی ہیں جنکی تعداد 34 ہے۔

☆ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز بنانے کا اعزاز آسٹریلیا کے ایلن بارڈر کو حاصل ہے۔ ایلن بارڈر نے ریکارڈ 156 ٹیسٹ کھیل کر 11,174 رنز بنائے۔

☆ ٹیسٹ کیرئیر میں سب سے زیادہ وکٹیں لینے کا اعزاز ویسٹ انڈیز کے کورٹنی والش کو حاصل ہے جس نے اپنے کیرئیر کے دوران 519 وکٹیں حاصل کیں۔

ون ڈے کرکٹ

☆ ون ڈے کرکٹ میں کسی ٹیم کا سب سے زیادہ اسکور 398 ہے۔ یہ اسکور سری لنکا نے 1996ء کے ورلڈ کپ میں کینیا کے خلاف بنایا۔

☆ اسی طرز کی کرکٹ میں کمتر اسکور پاکستانی ٹیم کا ہے۔ جب پوری ٹیم 93-1992ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف صرف 43 رنز بنا سکی۔

(بقیہ صفحہ نمبر 35 پر)

روزنامہ الفضل ربوہ کے نائب ایڈیٹر اور سابق ایڈیٹر ماہنامہ خالد

محترم یوسف سہیل شوق صاحب انتقال فرما گئے

محترم ناظر صاحب اعلیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر دیئے گئے

احباب کو نہایت افسوس سے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے دیرینہ اور مخلص خادم محترم سید یوسف سہیل شوق صاحب نائب ایڈیٹر روزنامہ الفضل مورخہ ۲۳ نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک صبح چھ بجے فضل عمر ہسپتال میں وفات پا گئے۔ آپ کی عمر ۵۱ سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ اسی دن بعد نماز جمعہ بیت اقصیٰ میں محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ جس میں ربوہ اور گردونواح کے ہزاروں احباب نے شرکت فرمائی۔ بعض عزیز و اقارب کے انتظار کے لئے نماز عشاء و تراویح کے بعد تدفین کا فیصلہ کیا گیا۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے جنازہ دار الضیافت سے بہشتی مقبرہ کی طرف روانہ ہوا۔ احباب کی کثیر تعداد ہمراہ تھی۔ قبر تیار ہونے پر محترم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے دعا کرائی۔

محترم سید یوسف سہیل شوق صاحب ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل عاجزی وانکساری کے ساتھ خدمت کرنے والے وجود تھے۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر ہر شخص مغموم تھا۔

خدمات سلسلہ

روزنامہ الفضل میں مرکزی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ آپ دعوت الی اللہ کے میدان میں اپنا اکثر وقت وقف کرنے والے پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ آپ نے اس سلسلہ میں ربوہ کے گردونواح کے کئی دورے کئے۔ اسی طرح دور ونزدیک کے اضلاع کے بھی کثرت سے دورے کئے اور کئی پھل حاصل کئے۔

آپ اپنے محلہ دارالنصر غربی حلقہ منعم کے سیکرٹری اصلاح وارشاد اور سیکرٹری دعوت الی اللہ تھے، آپ کے گھر پر اکثر میٹنگز ہوتیں اور دعوت الی اللہ کے پروگرام بنتے۔ ۱۹۹۸ء۔۱۹۹۷ء میں آپ کی اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر دعوت الی اللہ میں آپ کا محلہ ربوہ بھر میں اوّل رہا۔ اس طرح آپ نے مختلف علاقوں میں متعدد مرتبہ میڈیکل کیمپس بھی لگوائے اور ان میں بنفس نفیس شرکت بھی کی۔ آپ کو صحافت میں استاد کا درجہ حاصل تھا۔ نثر، نظم اور تقریر میں بہت مہارت حاصل تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد پر آپ ایک لمبا عرصہ بطور سیکرٹری الفضل بورڈ کام کرتے رہے۔ ماہنامہ خالد کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ کے بارے میں یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ آپ نے تاوقت وفات اپنا وقف پوری طرح نبھانے کی کوشش کی ہے۔

ادارہ خالد وتشحیذ اس غم کے موقع پر مرحوم کے اعزا واقربا اور بالخصوص آپ کی اہلیہ صاحبہ اور بچوں سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

☆☆☆

تقریب تقسیم انعامات

منعقدہ ۲۸/۱اکتوبر ۲۰۰۱ء

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے پہلی دفعہ ہر شعبہ میں بہترین کام کرنے والے علاقہ جات اور اضلاع کی اوّل، دوم اور سوم پوزیشنز کا اعلان کیا۔ اگرچہ ہر سال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت بین العلاقہ، بین الاضلاع اور بین المجالس مقابلہ جات ہوتے ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ تمام شعبہ جات کی مجموعی کارکردگی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ پاکستان منعقدہ ۲۷، ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کے اختتامی اجلاس کے بعد ایوان محمود ہال میں تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی۔ جس میں مکرم ومحترم مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے اوّل آنے والے اضلاع وعلاقہ میں اسناد وانعامات تقسیم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز سب کے لئے مبارک فرمائے۔ آمین اوّل، دوم اور سوم آنے والے اضلاع وعلاقہ جات کے اسماء بغرض دعا ومسابقت شائع کئے جارہے ہیں۔

علاقہ جات

نمبر شمار	نام شعبہ	اوّل	دوم	سوم
1	اعتماد	حیدرآباد	گوجرانوالہ	بہاولپور
2	اصلاح وارشاد	حیدرآباد	گوجرانوالہ	کراچی
3	وقار عمل	بہاولپور	لاہور	گوجرانوالہ
4	تجنید	سانگھڑ	آزاد کشمیر	سرگودھا
5	اطفال	گوجرانوالہ	لاہور	کراچی
6	تعلیم	لاہور	حیدرآباد	راولپنڈی
7	ایڈیشنل تربیت نومبائعین	حیدرآباد	کراچی	گوجرانوالہ
8	خدمت خلق	راولپنڈی	حیدرآباد	بہاولپور
9	صحت جسمانی	لاہور	کراچی	گوجرانوالہ
10	صنعت وتجارت	لاہور	سانگھڑ	گوجرانوالہ
11	مال	سانگھڑ	گوجرانوالہ	راولپنڈی
12	تحریک جدید	لاہور	راولپنڈی	حیدرآباد
13	اشاعت	لاہور	راولپنڈی	کراچی
14	تربیت	لاہور	کراچی	سانگھڑ

15	امور طلباء	راولپنڈی	گوجرانوالہ	حیدرآباد+لاہور
16	محاسبہ	حیدرآباد	سانگھڑ	بہاولپور
17	عمومی	کراچی	حیدرآباد	لاہور

اضلاع

نمبر شمار	نام شعبہ	اوّل	دوم	سوم
1	اعتماد	لاہور	کراچی	حیدرآباد
2	اصلاح وارشاد	لاڑکانہ	مٹھی	حیدرآباد
3	وقارعمل	عمرکوٹ	حیدرآباد	حافظ آباد
4	تجنید	حیدرآباد+میرپورAK	لاہور	منڈی بہاؤالدین+خیرپور
5	اطفال	لاہور	کراچی	خانیوال
6	تعلیم	لاہور	حیدرآباد	کراچی
7	ایڈیشنل تربیت نومبائعین	کراچی	سیالکوٹ	جہلم
8	خدمت خلق	لاہور	کراچی	
9	صحت جسمانی	لاہور	کراچی	حیدرآباد
10	صنعت وتجارت	لاہور	کراچی	نارووال
11	مال	سانگھڑ	راجن پور	میرپورAK
12	تحریک جدید	راولپنڈی	حیدرآباد	کراچی
13	اشاعت	راولپنڈی	لاہور	کراچی
14	تربیت	کراچی	لاہور	منڈی بہاؤالدین
15	امور طلباء	اسلام آباد	راولپنڈی	کراچی+لاہور
16	محاسبہ	نوشہروفیروز	ساہیوال	میرپورخاص
17	عمومی	کراچی	فیصل آباد	لاہور

نوٹ:۔ یہ رپورٹ حسب اعلان (دیکھئے ماہنامہ خالد دسمبر 2001ء صفحہ 6) ماہ جنوری میں شائع ہونا تھی لیکن بوجوہ یہ رپورٹ فروری 2002ء میں شائع کی جارہی ہے۔ ادارہ اس تاخیر پر معذرت خواہ ہے۔

☆☆☆

محترم عبدالمالک صاحب لاہور انتقال فرما گئے

احباب کو افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے مخلص مستعد اور دیرینہ خادم اور لاہور میں نمائندہ الفضل وخالد وتشحیذ محترم عبدالمالک صاحب ۱۹ جولائی ۲۰۰۱ء کی صبح تین بجے پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں دِل کے حملے سے انتقال فرما گئے۔

موصوف نے اپنی زندگی عملاً خدمت دین میں گزاری۔ خدام الاحمدیہ میں نائب قائد ضلع کے عہدے تک پہنچے، کئی سال صدر مجلس موصیان لاہور رہے۔ اس کے علاوہ اہم جماعتی عہدوں پر ہمیشہ دل و جان سے خدمات بجالاتے رہے۔ ماہنامہ خالد وتشحیذ کے لمبا عرصہ تک نمائندہ رہے اور بے لوث خدمات بجالاتے رہے۔

۱۹۸۸ء میں جب الفضل چار سال کی بندش کے بعد دوبارہ جاری ہوا تو الفضل کے نمائندہ برائے لاہور رہے۔ اس وقت ماہنامہ انصار اللہ کے نمائندہ برائے لاہور بھی تھے۔ موصوف کو مضمون نگاری کا بے حد شوق تھا۔ ان کے مضامین کا مجموعہ زیر طبع تھا کہ قدرت نے اُن کو مہلت نہ دی۔ انہوں نے بیرون ملک کے متعدد سفر کئے اور اپنی یادداشتوں کو مضامین کی صورت میں مرتب کیا۔ انہوں نے بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ احباب کرام سے ان کی بلندی درجات اور لواحقین کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

☆☆☆

احباب جماعت سے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے نئے سال میں ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

منجانب

قائد و عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع

فیصل آباد
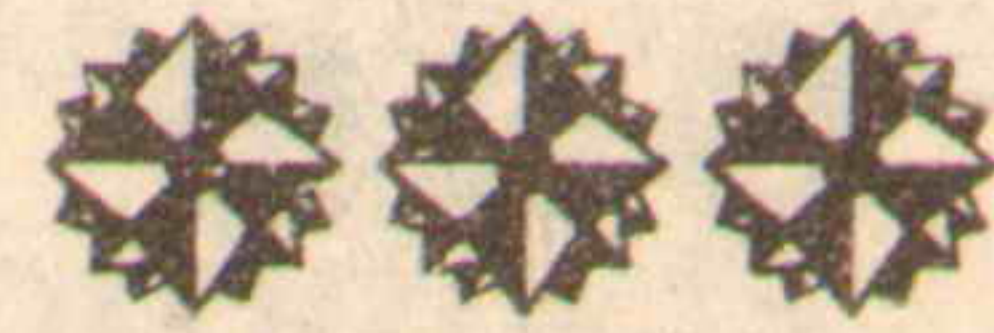
❋❋❋

احباب جماعت سے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے نئے سال پر ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

منجانب

قائد و عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر

فیصل آباد

✪✪✪

احباب جماعت سے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے نئے سال میں ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

منجانب

قائد و عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ دارالفضل

ضلع فیصل آباد
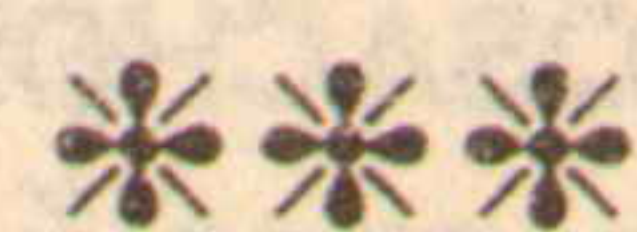
***

احباب جماعت سے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے نئے سال پر ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

منجانب

قائد و عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ دارالنور

ضلع فیصل آباد

***

احباب جماعت سے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے نئے سال پر ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

دعا گو

قائد و عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ کریم نگر

ضلع فیصل آباد

***

احباب جماعت سے خصوصی دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے نئے سال میں ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

دعا گو

قائد و عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ لاٹھیاں والا

ضلع فیصل آباد

خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اُٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے دَر پر سے جائیں گے ہم

تری محبت کے جرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم

سنیں گے ہرگز نہ غیر کی ہم ، نہ اس کے دھوکے میں آئیں گے ہم
بس ایک تیرے حضور میں ہی سرِ اطاعت جھکائیں گے ہم

جو کوئی ٹھوکر بھی مارلے گا تو اُس کو سہہ لیں گے ہم خوشی سے
کہیں گے اپنی سزا یہی تھی زباں پہ شکوہ نہ لائیں گے ہم

مٹا کے نقش و نگارِ دیں کو یونہی ہے خوش دُشمنِ حقیقت
جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم

خدا نے ہے خضرِ رہ بنایا ہمیں طریقِ محمدیؐ کا
جو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں ان کو صنم سے لا کر ملائیں گے ہم

مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خُدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اُڑائیں گے ہم

(کلام محمود)

Monthly
KHALID
C. Nagar
Editor:
IsfandYar Muneeb
February 2002
Regd. CPL # 139